عنبر ناگ ماریا
آتشی اژدہا
قسط نمبر ۳۴
PDFBOOKSFREE.PK
(اے حمید)

فہرست:۔

کشتی ڈوب گئی

بادبانی کشتی طوفان کی وجہ سے ٹیڑھی ہو گئی تھی۔

عنبر اور شگفتالا ٹیڑھی کشتی کے اوپر بیٹھے لہروں پر کسی نامعلوم منزل کی طرف بہے چلے جا رہے تھے۔ اب طوفان کا زور اتر گیا تھا۔

سمندر کی لہریں سکون پر آ گئی تھیں۔ سمندر کا پہلے جیسا زور نہیں رہا تھا۔

شگفتالا بڑی ڈر رہی تھی۔ اسے سمندر سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ عنبر نے اسے بہت سمجھایا کہ اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اسے مرنے نہیں دے گا۔ لیکن بیچاری شگفتالا آخر ایک کمزور عورت تھی اور اس کے پاس عنبر کی طرح کوئی خفیہ طاقت بھی نہیں تھی۔ وہ اگر سمندر میں گر جاتی تو ڈوب کر مر سکتی تھی۔ اسے اپنا بچہ اور خاوند یاد آ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عنبر نے اسے تسلی دی:

"حوصلہ نہیں ہارو شگفتالا! میں تمہیں سمندر میں ڈوبنے نہیں دوں گا اور اب تو طوفان بھی گزر گیا ہے۔ اب تمہیں کس کا ڈر ہے؟"

شگفتالا نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا:

"بھگوان جانے ہمارا انجام کیا ہو گا؟ تم تو زندہ رہو گے مگر میں زندہ نہ رہوں گی۔ دیکھو کتنی بڑی بڑی مچھلیاں ہماری کشتی کے گرد پھر رہی ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"یہ مچھلیاں تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتیں۔ میں تمہارا ذمہ لیتا ہوں"

"لیکن عنبر آخر کب تک ہم اس ٹیڑھی کشتی پر سفر کر سکیں گے؟"

عنبر نے کہا:

”گھبراؤ نہیں شگفتہ! میرے خدا نے چاہا تو ہم بہت جلد کسی نہ کسی جزیرے کے کنارے جا لگیں گے۔ اس طرف سمندر میں بے شمار چھوٹے چھوٹے جزیرے پھیلے ہوئے ہیں میرا تو خیال ہے کہ کل صبح تک کسی نہ کسی جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔“

شگفتہ نے کہا:

”اور اگر اس جزیرے پر بھی آدم خوروں کا بسیرا ہوا تو کیا ہوگا؟“

عنبر نے اسے حوصلہ دیا:

”آدم خور تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ میں جب تک تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کوئی آدم خور وحشی یا آدم خور جانور کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

ساری رات اور سارا دن وہ دونوں ٹیڑھی کشتی پر بیٹھے سمندر میں سفر کرتے رہے۔ رات کو سردی ہو گئی۔ عنبر نے اپنی چادر سر سے اتار کر شگفتہ کو دے دی۔ کیونکہ عنبر کو تو سردی لگتی ہی نہیں تھی، شگفتہ بے چاری نے سردی میں ٹھٹھرنا شروع کر دیا تھا۔ سمندر میں رات کو ہمیشہ ٹھنڈ ہو جاتی ہے۔ پیاس اور بھوک کے مارے شگفتہ کا برا حال ہونے لگا تھا۔ پیاس کی وجہ سے اس کے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ بھوک نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ عنبر کو نہ تو بھوک تنگ کر رہی تھی نہ پیاس۔ اگر وہ پریشان تھا تو شگفتہ کی وجہ سے پریشان تھا۔ مگر مجبور تھا۔ اس کے لیے کھانا اور پانی کہاں سے لاتا۔

دوسرے دن کا سورج نکلا تو سمندر پر چاروں طرف دھوپ پھیل گئی۔ دھوپ کی وجہ سے فضا گرم ہو گئی۔ شگفتہ کشتی پر نڈھال سی ہو کر لیٹی ہوئی تھی۔ عنبر نے سوچا! پانی میں سے کسی مچھلی کو پکڑ کر شگفتہ کے پیٹ کی آگ بجھانی چاہیے۔ اس نے کشتی پر لیٹ کر ایک ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ مچھلیاں اس کے ہاتھ میں سے پھسل پھسل کر جانے لگیں۔ آخر عنبر نے ایک لمبی سی مچھلی کو پکڑ لیا۔ اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کر

کے صاف کیا اور شگفتا کو کہا کہ وہ اسے کھالے۔

"یہ تو کچی ہے بھائی۔"

"پھر کیا ہوا شگفتا بہن، مچھلی آدھی پہلے ہی پکی ہوئی ہوتی ہے اور پھر تمہیں بھوک بھی تو بہت لگی ہے۔ لو اسے کھا جاؤ۔"

شگفتا نے کچی مچھلی کے تین چار ٹکڑے کھائے تو اس کی جان میں جان آ گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں چمک واپس آ گئی۔

اس نے کہا :

"بھگوان کا شکر ہے کہ مجھے کچھ کھانے کو دو لقمے ملے نہیں تو میرا تو بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا تھا۔ اب بھگوان ہم پر رحم کرے اور زمین آ جائے۔"

"ضرور ضرور، فکر نہ کرو۔ خدا ہماری یہ دعا بھی قبول کرے گا۔"

شگفتا نے کہا :

"عنبر بھائی تم کیوں نہیں کھاتے؟ تمہیں بھی تو بھوک لگی ہوگی۔ پیاس لگی ہوگی؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"اچھی بہن، خدا کی مہربانی سے نہ مجھے بھوک ستاتی ہے نہ پیاس تنگ کرتی ہے۔ میں ان دونوں چیزوں سے بے نیاز ہوں۔ تم میرا فکر کرنا چھوڑ دو۔"

شگفتا نے حیرانی سے عنبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :

"تم سچ مچ کسی دیوتا کے اوتار ہو عنبر بھائی ہمارے ملک میں لوگ آپ کی پوجا کریں گے۔"

عنبر ہنس پڑا :

"پیاری بہن، مجھے کسی سے پوجا کروانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ میں ایک دیوتا بن کر زندگی گزار سکتا تھا۔ لیکن مجھے اس کی ضرورت

نہیں ہے میں ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔
ایک عام انسان۔۔۔ جو محنت کرتا ہے اور روکھی سوکھی کھا کر خوش خوش رہتا ہے۔

شگفتہ بڑے غور سے عنبر کی باتیں سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ شخص سچ مچ بڑی طاقتوں کا مالک ہے اور دیوتا ہے وہ خود اس کی پوجا کرنا چاہتی تھی۔ عنبر باتیں بھی کر رہا تھا اور سمندر میں چاروں طرف نظر بھی دوڑا لیتا تھا۔ ایک دم وہ باتیں کرتے کرتے رک گیا۔ دور مشرق کے افق پر اسے کالی لکیر نظر آنے لگی تھی۔

"شگفتہ بہن مبارک ہو"

"کس بات کی بھائی؟"

"زمین نظر آ گئی ہے۔"

"کیا سچ مچ؟"

"ہاں ادھر دیکھو۔"

شگفتہ نے دیکھا کہ دور سمندر میں ایک کالی لکیر پھیلی ہوئی ہے۔ وہ بڑی خوش ہوئی۔ پھر وہ سوچ کر اداس ہو گئی کہ کہیں یہ کسی طوفان کی لہر نہ ہو۔ عنبر نے اسے سمجھایا کہ اتنی جلدی کبھی دوسرا طوفان سمندر میں نہیں آیا کرتا۔ ایک بار طوفان گزر گیا ہے تو اب کچھ روز کے بعد طوفان آئے گا۔

"کیا یہ سچ مچ زمین ہے عنبر بھائی؟"

"ہاں شگفتہ۔ میں سمندروں اور جزیروں سے خوب واقف ہوں یہ کسی جزیرے کا ساحل ہے۔ تم دیکھ لینا یہ لکیر بڑھتی جائے گی پھر تمہیں درخت نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔"

عنبر نے ٹھیک کہا تھا۔

لکیر نے پھیلنا شروع کر دیا۔ دوپہر کے وقت شگفتہ نے دیکھا کہ وہ

کالی لکیر ناریل اور تاڑ کے گھنے درخت بن گئے تھے جن کی ٹہنیاں سنہری دھوپ میں لہرا رہی تھیں۔ شگفتہ کی خوشی کا تو ٹھکانہ نہ رہا۔ اسے پوری امید تھی کہ اس جزیرے پر انہیں کھانے پینے کو بہت کچھ مل جائے گا۔ ان کی کشتی ٹیڑھی ہو کر اب آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوبنے لگی تھی۔ انہیں ابھی تک لمبے لمبے مستولوں نے بچا رکھا تھا جو کشتی کو اپنے ساتھ سمندر پر تیرا رہے تھے۔ اگر لکڑی کے لمبے مستول نہ ہوتے تو کشتی کب کی ڈوب چکی ہوتی مگر اب کشتی میں پانی بھرنے لگا تھا۔

عنبر نے کہا:

"کشتی میں پانی بھرنا شروع ہو گیا ہے۔"

"اب کیا ہو گا؟ شگفتہ گھبرا گئی تھی۔

عنبر بولا :

"فکر کی کوئی بات نہیں ہم جزیرے پر پہنچنے ہی والے ہیں۔ جس حساب سے کشتی میں پانی بھر رہا ہے اس حساب سے ہم بہت پہلے جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔"

مگر ایسا نہ ہوا۔ عنبر کا اندازہ غلط نکلا تھا۔ کشتی میں لہروں کے بار بار ٹکرانے سے ایک شگاف بن گیا تھا۔ جس میں سے پانی بڑے زوروں کے ساتھ کشتی کے تہہ خانے میں داخل ہو رہا تھا۔

چنانچہ وہی ہوا جس کا شگفتہ کو خطرہ تھا۔ ساحل ابھی کافی دور تھا کہ کشتی ہولے ہولے ڈوبنے لگی۔ شگفتہ گھبرا کر رونے لگی عنبر نے کہا :

"روتی کس لیے ہو بہن؟ کیا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں؟ میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ میں تمہیں ڈوبنے نہیں دوں گا۔ میں تمہیں بچا لوں گا۔ میں سمندر میں دو آدمیوں کو کندھے پر بٹھا کر تیر سکتا ہوں۔"

"مگر تم خود ڈوب جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں شگفتہ! میں ڈوب نہیں سکتا۔"

تھوڑی دیر بعد کشتی ڈوبتے ڈوبتے ان کے نیچے سے نکل کر سمندر کی تہہ میں چلی گئی اور وہ دونوں سمندر میں ہاتھ پاؤں مارنے لگے شگفتہ نے گھبرا کر عنبر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ گردن تک پانی میں ڈوب گئی تھی۔ اسے دو ایک غوطے بھی آئے۔ سمندر کا نمکین پانی اس کے پیٹ میں چلا گیا۔ وہ کھانسنے لگی۔ عنبر نے اسے بڑے آرام سے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا اور خدا کا نام لے کر جزیرے کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ جزیرے کا ساحل دور تھا۔ مگر اس کے گھنے درخت پوری طرح نظر آ رہے تھے۔ عنبر جزیرے کی طرف تیرتا چلا گیا۔ تیرتے تیرتے اس نے شگفتہ سے پوچھا:

"اب تو سب ٹھیک ہے ناں بہن؟"

شگفتہ کا خوف کے مارے برا حال تھا اس نے کپکپاتے ہوئے کہا:

"میں ڈر رہی ہوں بھگوان میری حفاظت کرنا۔"

عنبر نے کہا:

"شگفتہ! تم میرے ساتھ بڑے آرام سے پہنچ جاؤ گی۔ تم بالکل مت گھبراؤ۔ میں تمہیں بڑے سکون کے ساتھ ساحل پر پہنچا دوں گا۔ جب تک میں زندہ ہوں تم سمندر میں غرق نہیں ہو سکتیں۔"

عنبر شگفتہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے تیرتا ہوا جزیرے کے ساحل پر آ گیا۔ ساحل کی ریت پر آتے ہی اس نے شگفتہ کو ریت پر لٹا دیا۔ شگفتہ کا برا حال ہو رہا تھا۔ وہ نقاہت اور کمزوری سے بے جان سی ہو رہی تھی۔ عنبر وہاں سے اٹھ کر درختوں کے سائے میں گیا اور زمین پر گرے ہوئے دو ناریل لے کر آ گیا۔ اس نے ناریل توڑ کر اس کا میٹھا پانی شگفتہ کو پلایا۔ تھوڑا سا گودا بھی کھلایا۔ پانی پی کر اور گری کھا

کر شکنتلا کی جان میں جان آئی۔ اس نے کچھ دیر بعد عنبر کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ عنبر نے کہا:

"میں نہ کہتا تھا کہ تمہیں ساحل پر لے آؤں گا۔ اب دیکھ لو میں تمہیں لے آیا ہوں۔ اب ہم دونوں کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔"

دونوں نے ہاتھ باندھ کر اپنے اپنے انداز میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ان کی مصیبت میں مدد کی اور خیریت سے ساحل تک پہنچا دیا۔

شکنتلا کافی دیر تک ریت پر لیٹی رہی۔ اب اس کی طبیعت سنبھل چکی تھی۔ ناریل کے میٹھے پانی اور سورج کی گرمی نے اس کے جسم میں حرارت پیدا کر کے اس کی طبیعت درست کر دی تھی۔

عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ شاید اس جزیرے میں بھی کوئی آبادی نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو یہاں کے لوگ گھنے جنگل میں کہیں موجود ہوں گے۔"

"ہاں بھائی ساحل کے ساتھ ساتھ تو ایک بھی جھونپڑا دکھائی نہیں دے رہا۔ بھگوان کرے کہ یہاں اچھے لوگوں کی آبادی ہو۔ اگر آدم خور نکل آئے تو تمہیں خبر ہونے تک ان کے تیر کم از کم مجھے ضرور چھلنی کر دیں گے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"اچھی بہن تم کیوں اس قسم کی باتیں سوچ سوچ کر اپنے آپ کو پریشان کرتی ہو؟ جب میں نے تمہیں ایک بار کہہ دیا کہ تمہیں یہاں کچھ نہیں ہوگا۔ تم بڑے سکون کے ساتھ ایک نہ ایک روز اپنے بچے اور خاوند کے پاس پہنچ جاؤ گی تو پھر تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

شکنتلا بولی:

"اچھا بھائی میں اب پریشان نہیں ہوں گی۔ بھگوان تمہیں طاقت دے شکتی دے کہ تم غریبوں اور ضرورت مندوں کے کام آسکو۔"

تم ایک سچے دیوتا ہو۔ دیوتاؤں کے اوتار دیوتا ہو۔ میں ساری زندگی
تمہارا احسان نہ بھلا سکوں گی۔ بھگوان ہمیں اس جزیرے کی مصیبت
سے بھی نجات دلائے۔"

عنبر نے کہا :

"رات کے ہونے سے پہلے پہلے ہمیں ایسا بندوبست کر لینا چاہیے
جہاں ہم رات بسر کر سکیں کیونکہ ہمیں ابھی تک کچھ خبر نہیں کہ اس
جزیرے پر کون لوگ رہتے ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ اس لیے بہتر
یہی ہے کہ ہم اپنے لیے ان درختوں کے نیچے ایک جھونپڑا بنا لیں۔
اس جھونپڑے میں ہم بڑی آسانی سے رات بسر کر سکیں۔
کیا خیال ہے شکنتلا؟"

"ٹھیک خیال ہے بھائی ہمیں ابھی سے جھونپڑا بنانا شروع کر دینا
چاہیے۔

دونوں ریت پر سے اٹھ کر درختوں کے نیچے گئے اور انہوں نے زمین
پر پڑی ہوئی ناریل کے درختوں کی لمبی لمبی ٹہنیاں اکٹھی کرنا شروع
کر دیں۔ ٹہنیاں کندھوں پر لاد کر انہوں نے ایک جگہ ڈھیر کر دیں
جب کافی ذخیرہ جمع ہو گیا تو عنبر نے اسی جگہ جھونپڑی بنانا شروع کر
دی۔ جھونپڑی بنانے میں اسے بہت مہارت ہو چکی تھی۔ وہ کئی
جزیروں پر اس قسم کی جھونپڑیاں بنا کر رہ چکا تھا۔

شام تک جزیرے کے ساحل پر ناریل کے درختوں کے نیچے جھونپڑی
بن کر تیار ہو گئی۔ عنبر نے جھونپڑی کے اندر بھی زمین پر گھاس پھونس
اور سوکھے پتوں کا فرش بچھا دیا۔ جھونپڑی کی چھت ڈھلانی تھی تا کہ
اگر بارش ہو تو پانی چھت پر سے بہہ جائے۔ عنبر کو کچھ خبر نہ تھی کہ ابھی
انہیں کسی جہاز کے انتظار میں کتنی دیر وہاں رہنا پڑے گا۔ وہ اتنا ضرور
جانتا تھا کہ یہ نقشہ تجارتی جہازوں کے راستے پر نہیں ہے بلکہ بہت

ہٹ کر ہے اس لیے یہاں کسی جہاز کا گزر بڑی مشکل بات ہے۔
سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ درخت کاٹ کر کشتی بنائی
جائے۔

اس کام کے لیے عنبر نے دو درخت بھی چن لیے جنہیں کاٹ کر وہ
کشتی بنا سکتا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ درخت کو کاٹا کیسے جائے؟
ان کے پاس نہ کوئی آری تھی اور نہ کوئی چاقو چھری وغیرہ تھی۔ وہ رات
انہوں نے جھونپڑے میں بسر کر دی۔ عنبر نے جھونپڑے کو اندر سے دو
حصوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ ایک حصے میں پیچھے شگفتا سوئی اور اگلے
حصے میں عنبر سو گیا۔ وہ آدھی رات تک پہرہ بھی دیتا رہا اور سوچتا بھی
رہا کہ اس جزیرے میں کب تک انہیں رہنا ہو گا۔
وہ یہ باتیں معلوم کرنے کے لیے بے تاب تھا کہ اس جزیرے پر کوئی
قبیلہ آباد بھی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو وہ کہاں گیا؟ کیونکہ ایسا ہو نہیں

سکتا تھا کہ اس قسم کے زرخیز جزیرے پر انسان کی آبادی نہ ہو۔ انسان
اس جزیرے میں ضرور رہتے تھے۔ لیکن انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں
رہتے ہیں؟ اور وہ لوگ کون ہیں؟ کیا ان کا تعلق ریڈ انڈین قبیلے سے
ہے یا لمبے بالوں والے عیسائی ہیں؟ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ کل صبح کو
سارے جزیرے میں گھوم پھر کر دیکھے گا۔

☆

ریچھ سے مقابلہ

شگفتہ ابھی جھونپڑے میں سوئی ہوئی تھی کہ عنبر نے اٹھ کر جزیرے کا چکر لگانا شروع کر دیا۔ اسے اس جزیرے کے جنگل میں اکیلے گھومتے ہوئے کوئی خطرہ یا ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ اس قسم کے ویران جزیرے بہت دیکھ چکا تھا۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ یہ جزیرا پہلے والے جزیرے سے بہت زیادہ گھنا تھا۔ یہاں قدم قدم پر درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ جھاڑیاں پورے پورے ایک آدمی کے قد کی تھیں۔ بعض جھاڑیاں کانٹوں سے بھری ہوئی تھیں۔ درختوں کی شاخیں زمین پر لٹک رہی تھیں۔ ان کے اوپر رنگ برنگ کے طوطے اور چڑیاں بیٹھی چہچہا رہی تھیں۔

عنبر سیر کرتے کرتے جنگل میں کافی آگے نکل گیا۔ یہ جزیرا اتنا بڑا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جزیرے کے دوسرے ساحل پر پہنچ گیا۔ سارا جنگل سنسان تھا۔ کہیں کوئی آبادی نہیں تھی۔ جنگلی وحشی لوگ بھی یہاں نہیں تھے۔ عنبر کو یقین ہو گیا جزیرے پر کوئی انسان یا جانور آباد نہیں ہے۔ اب وہ دوسری طرف سے جنگل میں داخل ہو گیا۔

جزیرے کا یہ ساحل بھی پہلے والے ساحل کی طرح سنسان اور غیر آباد تھا صرف اس طرف ساحل کے ساتھ ساتھ بھورے رنگ کی چٹانیں بہت تھیں۔ جن میں سے بعض کا رنگ موسموں کی مار کھا کھا کر سیاہ پڑ گیا تھا۔ یہ چٹانیں بڑی ڈراؤنی لگتی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا جیسے کئی چڑیلیں ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھی ہیں۔

اب عنبر دوسری طرف سے جنگل میں داخل ہوا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں جزیرے کے جنوب مشرقی علاقے میں کوئی آبادی تو نہیں

ہے۔ جنگل کا یہ حصہ بھی بہت ہی گھنا تھا۔ بڑے بڑے گنجان، گہری
چھاؤں والے اونچے لمبے درخت بڑی شان سے کھڑے تھے۔ ان
کی اوپر والی شاخیں سمندر کی طرف سے آتی ہوا میں جھوم رہی تھیں۔
عنبر چلتا چلا گیا۔ وہ اپنے اندازے کے مطابق بالکل ٹھیک جا رہا تھا۔
یہ جنگل کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا تھا۔ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا تھا۔
عنبر کو خیال آیا کہ کہیں وہ بھٹک نہیں گیا۔ لیکن کچھ بھی ہو ایک چھوٹے
سے جزیرے پر وہ کہاں بھٹک سکتا تھا۔ بہر حال وہ کسی نہ کسی طرف
سمندر کے ساحل پر تو نکل ہی سکتا تھا۔
جنگل اتنا گھنا تھا کہ سورج کی دھوپ وہاں نہیں پہنچ رہی تھی۔
یہ دھوپ درختوں کے اوپر ہی اوپر رہ جاتی تھی۔ نیچے سورج کی روشنی
بڑی دھیمی ہو کر پہنچ رہی تھی۔ عنبر نے ایک جگہ ایک سانپ کو دیکھا جو
درخت کی ٹہنی سے نیچے تک لٹک رہا تھا۔ یہ سانپ اژدہا قسم کا تھا اور

بڑا موٹا تھا۔ عنبر اسے دور کھڑا ہو کر دیکھنے لگا یہ سبز اور سیاہ رنگ کا
کوڑیوں والا سانپ بڑا ہی خوبصورت تھا۔
سانپ کا سر نیچے جھوم رہا تھا۔ شاید اسے بھی عنبر کا پتہ چل گیا تھا۔
اس نے نیچے لٹکے ہی لٹکے سر اٹھا کر عنبر کی طرف دیکھا۔ سانپ کی
آنکھیں گہری سرخ تھیں اور ان میں بڑی کشش تھی۔ مگر عنبر کے اندر
بھی بے حد طاقت اور کشش تھی۔ کہتے ہیں سانپ جس کی طرف دیکھتا
ہے اس پر اپنا جادو ڈال دیتا ہے۔ لیکن عنبر کی آنکھوں میں اتنی کشش
تھی کہ یہ بھی جس طرف دیکھتا تھا اس پر جادو ڈال دیتا تھا۔ اصل بات
یہ ہے کہ سانپ کا اثر صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو کمزور ہوتے ہیں۔
جو لوگ طاقتور خیال کے ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر سانپ بھاگ
جاتا ہے۔
اس اژدہا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ عنبر نے جب گھور کر اژدہا کی آنکھوں

میں آنکھیں ڈالی تو سانپ کو شاید زندگی میں پہلی بار محسوس ہوا کہ
اسے کوئی بڑی ہی طاقتور آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ سانپ کو اپنی
طاقت اور اپنا زہر ختم ہوتا محسوس ہونے لگا۔ اس نے اپنا منہ اوپر اٹھایا
اور درخت پر رینگتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ عنبر مسکرا کر آگے چل دیا
تھوڑی دور آگے جا کر اس نے ایک درخت پر اسی قسم کا ایک سانپ
دیکھا جو اوپر کسی شے پر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

عنبر نے اوپر دیکھا تو وہاں درخت کی شاخ پر بڑا ہی موٹا چوہا بیٹھا تھا
شاید چوہے نے بھی سانپ کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے محسوس کر لیا تھا
چوہا چونکہ ایک کمزور جانور ہے اس لیے وہ سانپ کو اپنے قریب پا کر
کانپ رہا تھا۔ اس کی جگہ اگر شیر کا بچہ ہوتا تو کبھی سانپ کو دیکھ کر نہ
ڈرتا، بلکہ سانپ اسے دیکھ کر ڈر جاتا اور وہاں سے بھاگ جاتا۔
کیونکہ شیر کا بچہ بہادر ہوتا ہے۔ اس کے اندر کمزوری نہیں ہوتی بلکہ

بہادری ہوتی ہے۔ دلیری اور جرات ہوتی ہے۔ بہادر اور دلیر انسان
سے ہر کوئی ڈرتا ہے۔ عنبر اس جگہ کھڑا ہو گیا اور دیکھنے لگا کہ سانپ کس
طرح چوہے پر حملہ کرتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ سانپ گھات لگائے
بیٹھا ہے۔ وہ چوہے پر ضرور حملہ کرے گا۔ عنبر چوہے کو کانپتے ہوئے
صاف دیکھ رہا تھا۔ چوہے میں اگر دلیری اور بہادری ہوتی تو اپنی
جان بچا سکتا تھا۔ بلکہ سانپ پر حملہ کر کے اسے ہلاک بھی کر سکتا تھا۔
لیکن چوہے کی بزدلی اسے موت کے پاس لے جا رہی تھی۔ موت
اس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ سانپ بجلی ایسی پھرتی کے ساتھ آگے
بڑھا۔

اس کا منہ کھلا اور آدھا چوہا سانپ کے منہ میں تھا چوہے نے چیخنا
شروع کر دیا۔ اب بزدلوں کی طرح چیخنے سے کیا ہوتا ہے۔
سانپ نے چوہے کو ایک دم ہڑپ کر لیا۔

چوہے کو ہڑپ کرنے کے بعد سانپ رینگتا ہوا دوسرے درخت پر
چلا گیا۔ عنبر سانپ کے اس شکار پر بڑا خوش ہوا۔ اسے خیال آیا کہ
قدرت بہادر اور دلیر جانور کو پسند کرتی ہے اور اسے زندہ رہنے کا موقع
دیتی ہے جب کہ بزدل جانور کو دوسرے جانور اپنی خوراک بنا لیتے
ہیں۔ وہ اسی قسم کی باتیں سوچتا چلا جا رہا تھا کہ اس کا پاؤں ایک پتھر
سے ٹکرایا۔ ٹھوکر سی کھا کر وہ ایک درخت کے تنے پر گر پڑا۔

اس درخت کے تنے پر بڑے بڑے چوڑے، کانٹے دار لمبوترے
پتے اپنے بازو پھیلائے تھے۔

عنبر کو خیال نہیں تھا کہ یہ آدم خور درخت ہے۔

جزیروں اور اور افریقہ کے جنگلوں میں ایسے بہت سے درخت پائے
جاتے ہیں جو گوشت خور ہوتے ہیں۔ وہ اپنی شاخیں پھیلائیں
کھڑے رہتے ہیں۔ جوں ہی کوئی جانور یا انسان ان کے اوپر گرتا

ہے ان کی شاخیں ریچھ کے بازوؤں کی طرح اسے اپنے ساتھ لگا کر
جکڑ لیتی ہیں۔ ان کی گرفت اور پکڑ اتنی سخت ہوتی ہے کہ بڑے سے
بڑا طاقتور آدمی بھی اگر چاہے تو ان کا حلقہ توڑ کر باہر نہیں نکل سکتا۔
ان آدم خور اور گوشت خور درختوں کی ٹہنیاں لوہے کی طرح مضبوط
ہوتی ہیں۔ لچک جاتی ہیں مگر ٹوٹتی نہیں ہیں۔ پھر یہ ٹہنیاں اپنے لمبے
لمبے کانٹے جانور یا انسان کے جسم میں چبھو کر اس کا خون پینا شروع
کر دیتی ہیں۔ جب شکار کے جسم سے سارا خون نکل جاتا ہے تو پھر
اس کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانا شروع کرتی ہیں اور آخر اسے
ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا کر نیچے پھینک دیتی ہیں۔

عنبر بھی جس درخت پر گرا وہ اسی قسم کا گوشت خور درخت تھا۔ اس کے
گرتے ہی درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں آپس میں مل گئیں اور انہوں
نے عنبر کو بھینچ لیا۔ پہلے تو عنبر گھبرا گیا کہ یہ کس مصیبت سے پالا پڑ گیا

پھر اسے خیال آیا کہ یہ تو گوشت خور درخت ہے۔وہ چپکے سے شاخوں
میں پڑا رہا۔درخت نے اب اپنا کام شروع کر دیا۔
اس کی شاخوں نے اپنے لمبے لمبے نوکیلے کانٹے عنبر کے جسم میں
چبھوئے اور اپنی طرف سے عنبر کا خون پینا شروع کر دیا۔مگر عنبر کے جسم
میں خون ہوتا تو کوئی اسے پیتا۔وہاں تو خون نام کی کوئی شے نہیں تھی
شاخوں کے کانٹے عنبر کے جسم میں اس طرح اتر گئے جس طرح ربڑ
کے اندر اتر گئے ہوں۔وہاں سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہا۔
کانٹے اپنا کام کر رہے تھے۔مگر درخت کی شاخوں نے محسوس کیا کہ
ان کے اندر خون نہیں جا رہا۔درخت اپنے انداز میں ضرور پریشان
ہو گیا ہوگا۔اس کے برخلاف یہ ہوا کہ درخت کی شاخوں کے کانٹے
ٹوٹنا شروع ہو گئے۔خدا معلوم عنبر کے جسم میں وہ کون ساز ہر تھا کہ
کانٹے جھڑنے لگے تھے۔درخت کی شاخوں نے گھبرا کر عنبر کو چھوڑ

دیا۔عنبر شاخوں میں سے نکل کر درخت کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بولا
"اے آدم خور درخت،تو نے زندگی میں پہلی بار میرے جیسا انسان
دیکھا ہوگا۔یاد رکھ اگر مجھے تمہاری بھوک کا خیال نہ ہوتا تو میں ابھی
پتھروں کو رگڑ کر تمہیں آگ لگا دیتا۔مگر میں ایسا نہیں کروں گا اس لئے
کہ تمہیں قدرت نے پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ تو جانوروں سے اپنا
رزق حاصل کرے۔تو اندھا ہے۔نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے۔
پس میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔"
یہ کہہ کر عنبر آگے نکل گیا۔
درخت کی ٹہنیاں دیر تک منہ اٹھائے کھڑی جیسے عنبر کو جاتے ہوئے
دیکھتی رہیں۔عنبر جنگل میں سے گزرنے لگا۔اب وہاں چھوٹی چھوٹی
چٹانیں شروع ہو گئی تھیں۔ان چٹانوں پر سیاہ رنگ کی لمبی لمبی گھاس
اگی تھی۔بعض چٹانوں میں سے سیاہ رنگ کا مادہ سا نکل کر بہہ رہا تھا۔

عنبر نے قریب جا کر دیکھا' یہ مادہ گرم تھا اور اس میں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی۔ ٹھیک اس وقت عنبر نے جنگل میں ایک ریچھ کی آواز سنی۔ ریچھ کی آواز کو عنبر خوب پہچانتا تھا۔ اب عنبر کو شگفتا کا خیال آیا جسے وہ جھونپڑے میں اکیلی چھوڑ آیا تھا۔ اسے فکر ہوا کہ وہ اکیلی ہے۔ کہیں ریچھ اس پر حملہ نہ کر دے۔ کیوں کہ ریچھ کی آواز اسی جانب سے آئی تھی جس طرف شگفتا کی جھونپڑی تھی۔ عنبر نے جنگلوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ راستے میں ایک بار پھر اسے ریچھ کی غراہٹ سنائی دی۔ اب وہ سمندر کے کنارے پہنچ رہا تھا۔ اسے سمندر کی طرف سے ہوا آنے لگی تھی۔ ایک بار جو ریچھ کی آواز بلند ہوئی تو اس کے ساتھ ہی عنبر کو شگفتا کی چیخ بھی سنائی دی۔ عنبر کے اندر جیسے کسی نے بجلی بھر دی اسے شگفتا کی شکل یاد آ گئی کہ ریچھ اس پر حملہ کر رہا ہے اور وہ رو رہی ہے۔ چیخ رہی ہے اور پیچھے ہٹتی چلی جا رہی ہے۔ عنبر نے

پوری طاقت سے آواز لگائی :

"میں آ رہا ہوں شگفتا! "

یہ آواز شگفتا کے علاوہ ریچھ نے بھی سن لی۔ اس وقت ریچھ شگفتا کے جھونپڑے کے سامنے چٹان کے پاس اپنے دونوں پاؤں اٹھائے کھڑا تھا اور ہولے ہولے غراتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شگفتا خوف کے مارے زمین پر گر پڑی تھی اور رینگنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے عنبر کی آواز سنی تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے عنبر اس کی مدد کو وہاں پہنچ گیا ہے۔ ریچھ ایک پل کے لیے گردن گھما کر ٹھٹکا۔ اس نے اپنی موٹی کالی گردن گھما کر اس طرف دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی ۔ جب اسے دوسری آواز سنائی نہ دی تو وہ دوبارہ شگفتا پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا ابھی اس نے ایک قدم ہی اٹھایا تھا کہ ریچھ نے فضا میں ایک اور آدمی کی بو سونگھی۔

گویا ایک اور شکاری وہاں آن پہنچا تھا۔ ریچھ کئی عرصے سے انسانی گوشت کا بھوکا اور پیاسا تھا۔ انسان کی بو پا کر وہ مست ہو گیا تھا۔

اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور شکنتلا کی طرف لپکا۔ شکنتلا ڈر کے مارے ریت پر جہاں پڑی تھی وہیں کی وہیں رہ گئی۔ اس میں اتنی ہمت نہ رہی تھی کہ ایک قدم بھی اور آگے رینگ سکے۔ اس کا کمزور جسم ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ سیاہ کالا بھاری بھرکم ریچھ اس کے سر پر آ کر اپنا بالوں بھرا بدن تھر تھرا کر ناچنے اور غرانے لگا۔

آدم خور ریچھ شکنتلا کو اپنا تر نوالہ بنانے سے پہلے خوب ناچنا چاہتا تھا۔ وہ ریت پر نیم بے ہوش عورت کے ارد گرد چکر لگانے لگا پھر اس نے شکنتلا کی گردن پر پنجہ مارا۔

اس کے استرے ایسے تیز بلیڈ اگر شکنتلا کی گردن پر پڑ جاتے تو وہ اسی وقت ہلاک ہو جاتی۔ لیکن اس کی قسمت اچھی تھی کہ اس نے اپنا

منہ دوسری طرف کر لیا۔ وہ بچ گئی اس کے منہ سے خوف کے مارے چیخ نکل گئی۔

ٹھیک اس وقت عنبر جنگل سے نکل کر ساحل کی ریت پر آ گیا تھا۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ شکنتلا زمین پر پڑی ہے اور ایک خوفناک ریچھ اس کے گرد ناچ رہا ہے اور بار بار اس پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

عنبر نے زور سے آواز دی :

”شکنتلا، میں آ گیا ہوں گھبراؤ نہیں۔“

ریچھ نے ایک اور آدمی کی آواز سنی تو اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ اس کے پیچھے عنبر دونوں بازو پھیلائے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ریچھ نے سوچا یہ کیسا انسان ہے کہ بجائے اس سے ڈرنے کے اس کی طرف بڑی دلیری کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اس نے شکنتلا کو تو وہیں چھوڑا اور اب عنبر پر حملہ کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔ عنبر پہلے

سے ہی تیار تھا۔اس نے آگے بڑھ کر ریچھ کی گردن دبوچنے کی کوشش
کی۔ریچھ کی گردن اتنی موٹی تھی کہ اس کے قابو میں نہ آئی۔دوسری
طرف ریچھ نے اپنی پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر پنجہ مارا۔
استرے ایسے تیز ناخن عنبر کی گردن سے پھر کر باہر آگئے۔
مگر عنبر کو کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔نہ خون بہا اور نہ گردن کٹی زخم پھر ربڑ کی
طرح آپس میں مل گیا۔شگفتہ اٹھ کر پرے بھاگ گئی۔عنبر نے زمین
پر سے ریت اٹھا کر ریچھ کی آنکھوں میں ڈال دی۔ریچھ گھبرا گیا۔
اس نے عنبر کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور زور لگا کر اسے بھینچنا شروع
کر دیا۔اس کی جگہ اگر کوئی اور انسان ہوتا تو اس کی ساری پسلیاں
ٹوٹ جاتیں۔مگر عنبر کی پسلیاں اور ہڈیاں تو لوہے جیسی بنی ہوئی
تھیں۔
اسے کچھ بھی نہ ہوا۔عنبر نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ریچھ کی
آنکھوں میں ڈال کر اس کے ڈیلے باہر نکال دیے۔ریچھ اندھا
ہو کر غصے میں آگیا۔وہ غصے میں پاگل ہو کر عنبر پر جھپٹا۔
عنبر کو ریچھ کے وار سے بچنے کی ضرورت نہیں تھی۔
ریچھ کے ہر وار کو وہ اپنے سینے پر سہتا۔اس کے سینے پر ریچھ کے
ناخنوں سے لمبا زخم لگتا اور پھر گوشت ربڑ کی طرح آپس میں مل جاتا۔
دونوں لڑتے لڑتے گر پڑے۔عنبر نے زمین پر سے پتھر اٹھا کر ریچھ کی
کھوپڑی پر مارنا شروع کر دیا۔شگفتہ دور کھڑی کانپ رہی تھی۔
عنبر نے کہا:
"شگفتہ! ریچھ کے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا میں ابھی اس کا کام
تمام کیے دیتا ہوں۔"
اور ایسا ہی ہوا۔عنبر بڑی آسانی سے ریچھ کے سر پر پتھر مار رہا تھا۔
ریچھ اپنے پنجوں سے عنبر کی کھال ادھیڑ رہا تھا لیکن عنبر کی کھال لوہے

جیسی تھی۔ اس پر ریچھ کے پنجوں کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔

آخر ریچھ تھک گیا۔ اس کے ڈیلے پھوٹ گئے تھے۔ عنبر نے کھوپڑی پر پتھر مار مار کر اسے توڑ دیا تھا۔ ریچھ خون میں لت پت ہو گیا۔ کمزوری محسوس کرنے لگا اور زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی عنبر اس پر جھپٹا اور پتھر مار مار کر اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر دیے۔

ریچھ نے آخری سانس لیا اور مر گیا۔

عنبر نے اٹھ کر شگفتا کو اپنے ساتھ لگا لیا اور اسے تسلی دی۔

شگفتا بے چاری کا ڈر کے مارے دم نکلا جا رہا تھا۔ عنبر نے اسے جھونپڑے میں لے جا کر گھاس پر لٹا دیا اور اسے ناریل توڑ کر اس کا دودھ پلایا۔

اور پھر اسے بتایا کہ وہ جنگل میں گھوم رہا تھا کہ اسے ریچھ کی آواز اور پھر شگفتا کی چیخ سنائی دی۔

''خدا کا شکر ہے کہ میں ٹھیک وقت پر پہنچ گیا اور میری اچھی بہن کی جان بچ گئی۔''

☆

سمندری بلا

یہ جزیرے پر ان کی دوسری رات تھی۔
اس ویران جزیرے میں کھانے پینے کے لیے پھل تھے اور چشمے ندی
کا پانی تھا۔ پھر بھی نہ جانے کیا بات تھی کہ یہاں کسی قسم کی بھی انسانی
آبادی نہیں تھی۔ عنبر کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے زرخیز اور خوش حال
جزیرے پر کوئی آبادی نہ ہو۔ لیکن اس نے دوسرے روز بھی جزیرے
کو سارے کا سارا چھان مارا تھا۔ مگر اسے آبادی کا کہیں کوئی نشان
نہیں ملا تھا۔ شگفتہ کے لئے سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ وہ اب
اس جزیرے سے کیسے اپنے ملک ہندوستان کی طرف روانہ ہو؟ ایک

بات ظاہر تھی کہ اس جزیرے پر کبھی کوئی جہاز نہیں آئے گا۔ دوسرے
اگر وہ کسی نہ کسی طرح ایک کشتی بنا بھی لیں تو وہاں سے کدھر کو روانہ
ہوں؟ یوں ہی بے یار و مددگار سمندر میں بھٹکنے اور طوفان کا مقابلہ
کرنے سے کہیں بہتر تھا کہ وہ اسی جزیرے میں بیٹھ کر وقت کا انتظار
کریں۔

عنبر تو وہاں سے کشتی بنا کر جانے کو تیار تھا۔ مگر شگفتہ تیار نہیں تھی۔
وہ اپنی جان کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ عنبر بھی اسے مصیبت
میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ وہ سمندری طوفان سے بے حد ڈرتی
تھی۔ خدا جانے وہ کس مصیبت میں سے اسے پہلے ہی طوفان سے
نکال کر ساحل تک لایا تھا۔ عنبر کو صرف ایک امید تھی کہ شاید کوئی بھولا
بھٹکا جہاز اس جزیرے پر آن لگے اور وہ اس میں سوار ہو کر ہندوستان
کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اسے یہ کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ایسا بھولا

بھٹکا جہاز کب آئے گا اور آئے گا بھی یا نہیں؟
بہر حال اس نے شگفتا کو بڑی تسلی دی تھی کہ وہ خدا نے چاہا تو بہت
جلد اس جزیرے سے چل پڑیں گے۔ شگفتا نا امید تھی۔ پریشان تھی۔
اس کی آنکھوں میں بار بار اپنے بچے اور خاوند اور گھر بار کو یاد کر کے
آنسو آجاتے تھے۔ عنبر اسے ہر دفعہ حوصلہ دیتا اور کہتا کہ اس طرح
پریشان ہونے سے بھلا کیا ہوگا؟

"شگفتا بہن میں جانتا ہوں کہ انسان کی زندگی میں اس قسم کی مصیبتیں
آتی ہی رہتی ہیں۔ ان مصیبتوں کو شکست وہی انسان دے سکتا ہے
جو ان مصیبتوں سے گھبراتا نہیں اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔
اب ظاہر ہے کہ ہم اس چھوٹے سے جزیرے میں گھر گئے ہیں۔
ویسے اگر یہ جزیرا نہ ہوتا تو کم از کم تمہارا زندہ بچنا ناممکن تھا۔ اس
جزیرے نے تمہاری جان بچائی ہے۔ میں تمہیں یہاں سے ایک کشتی

بنا کر بھی لے جا سکتا ہوں۔ مگر اس میں بھی تمہاری جان کا خطرہ ہے۔
میں تو مر نہیں سکتا لیکن تمہاری جان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے
کہ اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم یہاں بیٹھ کر کسی سفر
کرتے ہوئے جہاز کی راہ دیکھیں۔"

شگفتا بولی:

"مگر عنبر بھائی اس طرف تو شاید قیامت تک بھی کوئی جہاز نہیں آئے گا
ہم تو ایک فضول امید کے سہارے یہاں بیٹھے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں شگفتا ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے ان جزیروں اور سمندروں کا
بڑا تجربہ ہے۔ اگر سمندر میں جہاز غرق ہو جاتے ہیں تو قدرت نے
ڈوبتے انسانوں کی جان بچانے کیلئے سمندر میں جگہ جگہ چھوٹے
چھوٹے جزیرے بھی پیدا کر رکھے ہیں اور ان جزیروں کی طرف بھی

نہ کبھی کوئی نہ کوئی جہاز ضرور پھیرا مارا کرتے ہیں۔ یہ تو ایک زرخیز اور
پھلوں اور چشموں سے بھرا ہوا جزیرا ہے۔ میں نے زندگی میں ایسے
جزیرے بھی دیکھے ہیں جن پر سوائے زہریلے پانی کے چشموں اور
بنجر چٹانوں کے گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں تھا۔ لیکن جہاز کوئی نہ کوئی
ادھر بھی آنکلتا تھا۔ اس لئے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

کچھ بھی ہو شگفتالا مایوس ہو چکی تھی۔

وقت گزرنے لگا۔ انہیں اس گمنام جزیرے پر آئے دس روز گزر گئے
تھے۔ اب شگفتالا کی پریشانی کچھ کم ہو گئی تھی۔ اب اس نے عنبر کے
ساتھ مل کر جھونپڑی کی دیواریں پکی کر لی تھیں اور چھت بھی دوبارہ
ڈال لی تھی۔ جھونپڑی کے اندر دو چھوٹے چھوٹے سے کمرے بھی
بنا لیے تھے ایک کمرے میں عنبر سوتا اور دوسرے میں شگفتالا سوتی تھی۔
عنبر روز صبح صبح جنگل میں جا کر جنگلی پھل توڑ کر لے آتا جسے وہ ناشتے

دھوئیں کو دیکھ لے تو وہ وہاں مدد کو آ جائے۔

کیوں کہ سمندری جزیروں میں جہاز کو اسی طرح بلایا جاتا تھا۔

جزیرے پر دوسرا ہفتہ بھی گزر گیا۔ دھواں چٹان پر اٹھتا رہا مگر کوئی جہاز
ان کی مدد کو نہ آیا۔ اب تو عنبر بھی سوچنے لگا کہ کہیں سچ مچ اس طرف
کوئی جہاز نہ آیا تو پھر وہ کیا کریں گے؟

اگر شگفتالا کو اپنے گھربار کا خیال پریشان کرتا تھا تو عنبر کو اپنی بہن ماریا
اور ناگ کا خیال ستاتا تھا۔ وہ بھی ان لوگوں سے جلد ملنا چاہتا
تھا۔ مگر وہ دونوں اس جزیرے پر بری طرح پھنس گئے تھے۔ اب وہ
ایک ہی صورت میں وہاں سے جا سکتے تھے کہ کوئی بادبانی جہاز ان کی
مدد کو وہاں آئے۔ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ وہاں سے نکلنے کا نہیں تھا۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔

اس ویران جزیرے پر رہتے ہوئے ایک مہینہ گزر گیا۔ شگفتالا نے

دھوئیں کو دیکھ لے تو وہ وہاں مدد کو آ جائے۔

کیوں کہ سمندری جزیروں میں جہاز کو اسی طرح بلایا جاتا تھا۔

جزیرے پر دوسرا ہفتہ بھی گزر گیا۔ دھواں چٹان پر اٹھتا رہا مگر کوئی جہاز ان کی مدد کو نہ آیا۔ اب تو عنبر بھی سوچنے لگا کہ کہیں سچ مچ اس طرف کوئی جہاز نہ آیا تو پھر وہ کیا کریں گے؟

اگر شکنتلا کو اپنے گھر بار کا خیال پریشان کرتا تھا تو عنبر کو اپنی بہن ماریا اور ناگ کا خیال ستاتا تھا۔ وہ بھی ان لوگوں سے جلد سے جلد ملنا چاہتا تھا۔ مگر وہ دونوں اس جزیرے پر بری طرح پھنس گئے تھے۔ اب وہ ایک ہی صورت میں وہاں سے جا سکتے تھے کہ کوئی بادبانی جہاز ان کی مدد کو وہاں آئے۔ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ وہاں سے نکلنے کا نہیں تھا۔ وقت اسی طرح گزرتا رہا۔

اس ویران جزیرے پر رہتے ہوئے ایک مہینہ گزر گیا۔ شکنتلا نے

بہت سے پھلوں کو خشک کر کے بھی رکھ لیا تھا کہ جس موسم میں پھل نہ ہو اس موسم میں وہ بھوکے نہ مریں۔۔۔۔۔

انہیں وہاں کام ہی کیا تھا۔ عنبر دن بھر جنگل میں چکر لگاتا رہتا اور شکنتلا چٹان پر آگ کے پاس بیٹھی رہتی۔ اس خیال سے کہ اگر خوش قسمتی سے کوئی جہاز دور سے آتا دکھائی دے وہ دھواں کر کے تو اسے اپنی طرف بلا سکے۔ مگر اسے کبھی کوئی جہاز نظر نہ آیا تھا۔

ایک روز عجیب واقعہ ہوا۔

ہوا یوں کہ شکنتلا کو چٹان پر آگ کے پاس چھوڑ کر عنبر سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی سمندر میں ڈوبی ہوئی چٹان پر چڑھ کر مچھلی کا شکار کرے گا۔ اس کام کے لیے اس نے ایک لمبی سی نوکیلی چھڑی بنا کر ہاتھ میں تھام رکھی تھی۔ ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا وہ جزیرے کے جنوبی حصے کی طرف آ گیا۔ یہاں

کنارے کی چٹانیں دور اندر جنگل میں چلی گئی تھیں اور سمندر کا پانی بھی کھاڑی کی شکل میں جنگل میں آ گیا ہوا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ وہ جنگل میں کھاڑی کے کنارے کی چٹان پر چل کر مچھلی کا شکار کرے گا۔ وہ چھوٹی چھوٹی چٹانوں کے ساتھ ساتھ چلتا جنگل کے اندر جا رہا تھا کہ اچانک رک گیا۔ وہ زمین پر جھک کر پیروں کے نشان دیکھنے لگا۔ ریت پر کسی عجیب سے جانور کے پاؤں کے نشان تھے۔ یہ نشان ہاتھی کے پاؤں سے بھی بڑے تھے۔ پاؤں کی بارہ انگلیاں تھیں۔ عنبر بہت حیران ہوا کہ اس جزیرے میں یہ خوفناک پاؤں والا جانور کہاں سے آ گیا۔ پہلے تو اس نے اس جگہ کسی جانور کے پیروں کے نشان نہیں دیکھے تھے۔ نشان کو اس نے ہاتھ لگایا۔ وہ گیلے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس ہاتھی نما جانور کو یہاں گزرے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

عنبر نے اندازہ لگایا کہ یہ جانور رات کو وہاں سے گزرا ہوگا۔

یہ ایک نئی مصیبت سامنے آ گئی تھی۔ اسے اپنی تو زیادہ فکر نہیں تھی۔ اسے سب سے زیادہ فکر شکنتلا کی تھی کہ کہیں اسے کچھ نقصان نہ پہنچ جائے۔ کیوں کہ کوئی بھی درندہ اسے جان سے مار سکتا تھا اور وہ ہر وقت تو اس کے پاس نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

عنبر پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ یہ نشان جنگل میں جا کر ایک بہت بڑے درخت کا چکر کاٹ کر دوبارہ سمندر کی طرف مڑ گئے۔ عنبر نشانوں کے ساتھ ہی گھوم گیا۔ پاؤں کے نشان دوبارہ سمندر کے کنارے آ کر سمندر میں اتر گئے تھے۔ وہ چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ خوف ناک جانور سمندر سے آیا تھا اور سمندر میں ہی چلا گیا ہے۔ تو کیا یہ کوئی سمندری بلا ہے؟

اس نے اپنی ڈھائی ہزار سالہ زندگی میں بڑی بڑی سمندری بلائیں دیکھی تھیں۔ بلکہ وہیل مچھلی کے پیٹ کی بھی سیر کی تھی۔ مگر ایسی

خوف ناک بلا اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جس کے پاؤں ہاتھی کے پاؤں کی طرح ہوں۔ جس کے پاؤں کی بارہ انگلیاں ہوں اور جو دو ہاتھ پاؤں پر انسانوں کی طرح چلتی ہو۔

یہ کوئی ویل مچھلی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ویل مچھلی کبھی ساحل پر آ کر سفر نہیں کرتی۔ پھر ویل مچھلی کے پاؤں اور انگلیاں نہیں ہوتیں۔ یہ کوئی بڑا تیندوا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ تیندوا بھی ساحل پر آ کر اس طرح سے نہیں چلتا تو پھر یہ کیا بلا تھی؟ اور ساحل پر کیا لینے آئی تھی؟

اس قسم کے خیال سوچتا عنبر جلدی سے واپس شگفتالا کے پاس آ گیا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں بلا اس کی طرف نہ نکل گئی ہو۔ مگر شگفتالا خیریت سے تھی۔ وہ چٹان پر آگ کے پاس بیٹھی تھی۔ آگ میں سے دھواں برابر اٹھ رہا تھا۔ عنبر چٹان پر جا کر اس کے پاس بیٹھ گیا اور ناریل کا گودا توڑ کر کھانے لگا۔

شگفتالا نے پوچھا:

"کیا جزیرے میں آج کوئی انوکھی شے نظر آئی؟"

عنبر نے کہا:

"کچھ بھی نہیں۔ کل کی طرح آج بھی جزیرہ ویران پڑا تھا۔ اکیلا تھا۔ درختوں پر پرندے بول رہے تھے۔ سمندر میں مچھلیاں تھیں اور دو تین جگہ سانپ دیکھے جو ٹہنیوں پر لٹک رہے تھے۔"

اس نے سمندری بلا کے پاؤں کے نشانوں کے بارے میں شگفتالا سے کوئی بات نہیں کی۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ سمندری بلا کا سن کر شگفتالا کا برا حال ہو گا۔ وہ تو پہلے ہی ڈری ہوئی تھی۔ اس قسم کی خوف ناک خبر سن کر تو اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جائے گی۔

شگفتالا سرد آہ بھر کر بولی:

"عنبر بھائی! جانے بھگوان نے مجھے میرے کس گناہ کی سزا دی ہے۔

میرے ساتھ تمہیں بھی اس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔۔۔۔
کاش، میں تمہارے سامنے اپنی مصیبت بیان نہ کرتی۔ کم از کم تم تو
اس مشکل میں نہ پھنستے۔"

عنبر نے کہا:

"بہن ایسی باتیں کبھی مت سوچنا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری یہ خوش
قسمتی ہوگی کہ میں تمہارے کام آسکوں۔ انسان وہ اچھا ہے جو پریشانی
میں کسی کے دوسرے انسان کے کام آتا ہے۔ مشکلیں انسانوں پر ہی
پڑا کرتی ہیں۔ مشکلوں سے کبھی نہیں گھبرانا چاہیے۔ مشکل تو آتی ہی
اس لئے ہے کہ انسان کی بہادری کا امتحان لیا جائے اور اسے زیادہ
بہادر بنایا جائے۔ مشکل سے گھبرا کر بھاگ جانا مردوں کا کام نہیں
ہے۔۔۔۔ میں اب تمہارے ساتھ آیا ہوں تو اس وقت تک
تمہارے ساتھ رہوں گا جب تک کہ تم اپنے گھر اپنے بچے اور خاوند

کے پاس نہیں پہنچ جاتیں۔"

شگفتا نے کہا:

"میرے بھائی میں کس زبان سے تمہاری مہربانیوں کا شکریہ ادا
کروں؟ تم نے مجھے نہ صرف سنگدل جابر ملکہ کی غلامی سے نجات
دلائی بلکہ جنگلی ریچھ سے بھی میری جان بچائی۔ اگر بھگوان کی مدد ہوئی
اور میں اپنے گھر پہنچ گئی تو میں اپنے خاوند کو بتاؤں گی کہ تم کتنے بہادر
ہو۔"

باتوں ہی باتوں میں شام ہوگئی۔ وہ چٹان سے اتر کر جھونپڑے کے
باہر آکر بیٹھ گئے۔ شگفتا نے پتھر رگڑ کر وہاں آگ روشن کر دی۔ رات
کو وہ جھونپڑی کے باہر آگ ضرور روشن کرتے تھے تا کہ اس کی وجہ
سے جنگلی ریچھ ادھر کا رخ نہ کریں۔ شگفتا نے آگ پر رکھ کر دو روز کی
پڑی ہوئی مچھلی بھونی جوان دونوں نے مل کر کھائی۔ پھر وہ اپنے بچے

اور ماں باپ کو یاد کر کے ان کی باتیں کرنے لگی۔ شکنتلا کی یہ عادت بن گئی تھی کہ وہ ہر روز رات کو آگ کے سامنے بیٹھ کر اپنے خدا کو یاد کرتی اور پھر اپنے بچے اپنے خاوند اور اپنے ماں باپ کو یاد کر کے ان کی باتیں کرتی۔ عنبر خاموشی سے ہر روز اس کی باتیں سنتا۔ پھر شکنتلا اپنے وطن اور بھگوان کی یاد میں گیت گاتی اور سو جاتی۔

اس رات بھی شکنتلا نے اپنے بھگوان کی یاد میں گیت گایا اور اسے نیند آنے لگی۔

عنبر نے کہا :

"شکنتلا بہن تمہیں نیند آ رہی ہے۔ اب تم سو جاؤ۔ میں کچھ دیر یہاں بیٹھوں گا۔ مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی۔"

شکنتلا بولی :

"بہت اچھا بھائی۔"

یہ کہ کر شکنتلا جھونپڑی کے اندر چلی گئی اور اپنے کمرے میں جا کر سو گئی عنبر دیر تک جھونپڑی کے باہر آگ کے پاس بیٹھا رہا۔ سمندر کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ سردی بڑھ گئی تھی۔ مگر آگ کی وجہ سے وہاں گرمائش تھی۔ ٹھنڈ نہ تھی۔ جھونپڑی کے اندر بھی اتنی سردی نہیں ہوتی تھی۔ ویسے عنبر نے ناریل کی چھال کو بُن کر کمبل بنا لئے تھے جنہیں وہ رات کو اوپر لے کر سوتے تھے۔ سمندر کی لہروں کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ ان لہروں کی آواز سنتے سنتے عنبر کے کان پک گئے تھے نہ جانے کیا بات تھی آج اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ نیند جیسے دماغ سے غائب ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر سمندر کے کنارے ریت پر ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ اس طرف نکل گیا جدھر اس نے سمندری بلا کے پاؤں کے نشان دیکھے تھے۔ آسمان پر چاند روشن تھا جس کی چاندنی جزیرے پر آ رہی تھی۔ اس نے جھک کر ریت پر دیکھا وہاں سمندری بلا کے

پاؤں کے نشان اسی طرح موجود تھے۔ سمندر کی ہوا میں خشک ہو کر وہ سخت ہو گئے تھے۔ کچھ دیر عنبر ان نشانوں کو تکتا رہا۔ پھر وہ ایک چھوٹی سی چٹان کے اوپر چڑھ کر جنگل میں دیکھنے لگا۔ جنگل میں بڑی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آج کوئی پرندہ بھی نہیں بول رہا تھا۔ نہیں تو زرد رنگ کے طوطے اور لال رنگ کی چڑیاں آدھی رات تک بولتی رہتی تھیں۔ یہ بڑی عجیب بات تھی کہ آج پرندے بھی خاموش تھے۔ وہ جب سے اس جزیرے پر آیا تھا یہ پہلی رات تھی کہ جنگلی پرندے بول نہیں رہے تھے۔ عنبر چٹان سے اتر کر واپس جانے ہی لگا تھا کہ اسے اپنے پیچھے کچھ عجیب سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کسی نے زور سے سیٹی بجائی ہو۔ عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ چاندنی رات میں ساحل سمندر کی ریت چمک رہی تھی۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

آواز عنبر نے ضرور سنی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ آواز کس کی تھی؟ پہلے عنبر

نے سوچا کہ شاید کوئی پرندہ بولا ہو۔ لیکن جزیرے پر اس طرح کی آواز آج تک ایسے پرندے کی آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ پھر اسے خیال آیا کہ شاید اس کا وہم ہو۔ وہ چٹان پر سے نیچے آ گیا۔ ریت پر آ کر وہ چلتا ہوا سمندر کے کنارے آ گیا اور اب خاموشی سے اپنے جھونپڑے کی طرف چلنے لگا۔ اچانک اسے پھر وہی آواز سنائی دی آواز پیچھے سے آئی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ سمندر میں ایک لمبی ہاتھی نما سونڈ باہر نکلی سانس لے رہی تھی۔ چاندنی میں یہ سونڈ صاف نظر آ رہی تھی۔ یہ سیاہ رنگ کی سونڈ تھی۔

عنبر دنگ رہ گیا کہ یہ سمندری بلا کہاں سے آ گئی؟

☆

قیدی لڑکا

عنبر اس سونڈ کو دیکھتا رہا۔

یہ سونڈ ہاتھی کی سونڈ سے مختلف تھی۔ یہ لمبی اور موٹی تھی۔ چاندنی میں اسے یہ سونڈ گہرے سیاہ رنگ کی لگ رہی تھی۔ دیکھتے دیکھتے سونڈ نے آخری سانس لیا۔ اسی طرح کی خوفناک سسکار پیدا ہوئی اور پھر سونڈ سمندر کے پانی میں گم ہو گئی۔ عنبر یہ منظر کھڑا دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ سمندری بلا کے راز پر سے پردہ اٹھ گیا تھا۔ یہی وہ بلا تھی جس کے قدموں کے نشان ساحل کی ریت پر جنگل کے اندر تک چلے گئے تھے۔ یہ ہاتھی یقیناً نہیں تھا۔ کیونکہ ہاتھی سمندر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ کوئی بڑی ہی ڈراؤنی چیز تھی۔ جس کی لمبی کالی سونڈ

بھی تھی ہاتھ بھی تھے اور پاؤں بھی تھے جن کی بارہ بارہ انگلیاں تھیں۔ پاؤں جتنے بڑے تھے اس حساب سے تو یہ بلا ایک چٹان سے کم اونچی نہ تھی۔

عنبر خاموشی سے واپس جھونپڑی میں آ گیا۔ شگفتا گہری نیند سو رہی تھی۔ عنبر بھی اپنے حصے میں گھاس پر لیٹ گیا۔ اس نے الاؤ میں اور لکڑیاں ڈال دیں تاکہ آگ ساری رات جلتی رہے۔ جھونپڑی کے دروازے کو اس نے کانٹے دار جھاڑیوں سے ڈھانپ دیا تھا۔ وہ سمندری بلا کے بارے میں غور کرتا رہا کہ یہ سمندر میں کہاں سے آ گئی؟ اس نے اپنی اڑھائی ہزار سالہ زندگی میں اس قسم کی خوفناک بلا پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے یہ زمین کے اندر کہیں سے نکل آئی ہو۔ ہو سکتا ہے یہ ایسی بلا ہو جو سمندر کے اندر ہی زندہ رہتی ہو سمندر کے اندر ہی کہیں پرورش پاتی رہی ہو یا یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ ایسی کوئی بلا اس علاقے کے سمندروں میں پائی جاتی ہو جو سمندر کے پانی میں بھی زندہ رہ سکتی ہو اور پانی سے باہر نکل کے بھی سانس لے سکتی ہو۔

حالاں کہ سمندر کے اندر جتنے بھی جانور رہتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کچھوے قسم کے جانور ہی ہیں جو پانی سے باہر آ کر بھی کچھ دیر زندہ رہتے ہیں۔ نہیں تو عام طور پر پانی کے جانور خشکی پر آ کر زندہ نہیں رہتے۔ پھر سمندری بلا کی سونڈ بھی تھی۔ سونڈ والا اتنا بڑا سمندری جانور عنبر نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سوچ بچار میں اسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ چاند مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے سمندری لہروں میں اتار چڑھاؤ پیدا ہونے لگا تھا۔ رات کے پچھلے پہر آسمان پر صبح کا نور پھیلنا شروع ہو گیا۔ ستاروں کی چمک ماند پڑنے لگی۔

دن نکل آیا۔ مشرق سے سورج طلوع ہوا۔ اس کی سنہری روشنی نے سمندر کو چمکیلا کر دیا۔ جزیرے کے جنگل میں پرندے چہچہانے لگے۔ شگفتا سب سے پہلے اٹھی۔ اس نے سمندر کے پانی میں غسل کیا اور پھر رات کی بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ روشن کیا۔ چٹان پر جا کر آگ جلائی اور اس میں گیلی جھاڑیاں ڈال دی۔ چٹان کی آگ میں گیلی جھاڑیاں اس لیے ڈالی جاتی تھیں کہ دھواں مسلسل اٹھتا رہے۔ یہی وہ دھواں تھا جسے دیکھ کر کسی نہ کسی بادبانی جہاز کو اس جزیرے کی طرف مدد کے لیے آنا تھا۔ مگر ایک مہینہ گزر جانے پر بھی کوئی جہاز اس طرف ان دونوں کی مدد کو نہیں آیا تھا۔

عنبر سو کر اٹھا تو شگفتا نے جنگلی اناس اور ناریل کاٹ کر کیلے کے پتوں میں سجا رکھے تھے۔ یہ صبح کا ناشتہ تھا۔ عنبر نے اناس اور ناریل کے ٹکڑے کھا کر چشمے کا پانی پیا اور بانس کا نیزہ کندھے پر رکھ کر بولا!

"میں کھاڑی میں مچھلیاں پکڑنے جا رہا ہوں شگنتالا بہن تم جھونپڑی سے دور مت جانا بلکہ چٹان پر ہی بیٹھی رہنا۔"

شگنتالا نے تعجب سے پوچھا :

"کیوں عنبر بھائی آج کیا کوئی خاص بات ہے۔تم نے پہلے تو کبھی مجھے ایسا نہیں کہا ؟"

عنبر کو خیال آیا کہ اس نے خواہ مخواہ یہ کہہ کر شگنتالا کو شک میں ڈال دیا۔

جھٹ بولا :

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میرا مطلب ہے کہ احتیاط کرنا ہمارا فرض ہے۔جنگلی ریچھوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔کم بخت دن کو بھی ادھر چکر لگا سکتے ہیں۔"

"اچھا بھائی میں جھونپڑی سے دور نہیں جاؤں گی۔"

عنبر نیزہ کندھے پر رکھے کھاڑی کی طرف آ گیا۔

یہ وہی کھاڑی تھی جس کے کنارے اس نے دو دن پہلے سمندری بلا کے پاؤں کے نشان دیکھے تھے اور جس کے قریب ہی رات اس نے سمندری بلا کی کالی سیاہ سونڈ کو ایک سسکار کے ساتھ پانی میں ڈوبتے دیکھا تھا۔

چلتے ہوئے عنبر جنگل اور سمندر کی طرف بڑے غور سے دیکھتا جا رہا تھا کہ کہیں سمندری بلا آس پاس تو نہیں ہے۔وہ کھاڑی کے قریب آ گیا اس نے سمندر کے کنارے جھک کر پاؤں کے نشان دیکھنے کی کوشش کی۔مگر ریت پر سمندری بلا کے قدموں کے تازہ نشان کہیں نہیں تھے۔وہی پرانے نشان تھے جو اب سمندری ہوا لگنے سے سخت ہو گئے تھے۔اس کا مطلب صاف تھا کہ سمندری بلا رات سمندر سے باہر نہیں نکلی تھی۔

عنبر کچھ دیر وہاں کھڑا سمندر کی طرف تکتا رہا۔سمندر کا پانی پر سکون

تھا۔جنگل میں بھی خاموشی تھی۔صرف پرندوں کے چہچہانے کی
آوازیں آرہی تھیں جو روشنی سے بھرے ہوئے جزیرے کے چمکیلے
دن میں بڑی خوب صورت لگ رہی تھیں۔عنبر پھر آگے چل دیا اب وہ
ساحل سمندر کو چھوڑ کر کھاڑی کے ساتھ ساتھ چلتا جزیرے کے اندر
جنگل میں آگیا۔یہاں بڑی چھوٹی چھوٹی چٹانیں ادھر ادھر پھیلی ہوئی
تھیں جن کے بیچ میں سمندری پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے بن
گئے تھے۔یہ وہ پانی تھا جو جوار بھاٹا کی لہریں رات کو اپنے ساتھ اندر
لے آئی تھیں۔اس پانی کے گڑھوں میں مچھلیاں بھی ساتھ آجاتی
تھیں۔عنبر کے پاس صرف بانس کا ایک نیزہ ہی تھا جس کی نوک پتھر
پر رگڑ کر تیز کر دی گئی تھی۔عنبر ایک پتھر پر کھڑا ہو گیا۔اس نے پانی میں
اتنا اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکے جنہیں دیکھ کر چھ سات موٹی
موٹی مچھلیاں بھاگتی ہوئی اس طرف آئیں۔انہوں نے پانی میں منہ

باہر نکالا ہی تھا کہ عنبر نے زور سے نیزہ مارا ایک موٹی مچھلی نیزے میں
پروئی گئی۔عنبر نے نیزے سمیت اسے باہر نکال لیا۔اسے گھاس پر
پھینک کر عنبر نے دوسری مچھلی کو بھی شکار کر لیا۔وہ تیسری مچھلی کو شکار
کرنے کے بارے میں تیاریاں کر رہا تھا کہ اچانک اسے اپنے پیچھے
کسی شے کے دھپ سے زمین پر گرنے کی آواز آئی۔

اس نے مڑ کر دیکھا ایک سیاہ رنگ کا سبز دھاریوں والا بہت بڑا
سانپ درخت کی شاخ سے گر کر نیچے گھاس پر پڑا تھا۔عنبر کو دیکھ کر
سانپ نے اپنا چھوٹا بکری جتنا سر ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا اور زمین
سے کوئی چھ فٹ بلند ہو کر اسے ہلانے لگا۔گویا اژدہا عنبر پر حملہ کرنے
کے لیے بالکل تیار تھا اب وہ صرف موقع کی تلاش میں تھا۔عنبر کو اس
اژدہے پر بڑا غصہ آیا۔کم بخت خواہ مخواہ اس کا وقت ضائع کر رہا ہے
اتنی دیر میں وہ دو تین اور مچھلیاں پکڑ سکتا تھا۔

عنبر نے اپنا نیزہ اوپر اٹھایا۔

اژدہا نے جھٹ اپنی گردن پیچھے کر لی اور لپک کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ اژدہے کا حملہ یہ تھا کہ اس نے اپنا منہ کھول کر عنبر کے کندھے پر اپنے دانت گاڑ دیے۔ اس کے دانت عنبر کے جسم میں اتر گئے۔ سانپ اپنے ٹیڑھے دانتوں کو واپس کھینچ رہا تھا کہ عنبر نے اس کی گردن دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دبوچ لی۔ اژدہا کے لیے یہ ایک انوکھا تجربہ تھا۔ آج تک کسی انسان نے اس کی گردن کو یوں پکڑ کر نہیں دبوچا تھا۔ اس کا چہرہ اور سکارمن کر کسی انسان کو جرات نہ ہوئی تھی کہ سانپ کی طرف ہاتھ بڑھاتا۔۔۔ لیکن اس بہادر انسان نے ایسا کر دکھایا تھا۔ اژدہا عنبر کے دبوچنے پر گھبرا سا گیا۔ اس نے عنبر کی گرفت سے اپنی گردن کو آزاد کرانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اس نے سارا زور لگا کر ایک زبردست جھٹکا مارا۔ جھٹکے کے ساتھ ہی

سانپ کی موٹی سری اس کی گردن سے الگ ہو گئی۔ گردن عنبر کے ہاتھوں میں رہ گئی اور سانپ کا موٹا بھدا جسم زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے خون سے گھاس والی زمین لال ہو گئی۔ عنبر نے سانپ کی گردن بھی اسی جگہ پھینک دی اور کھاڑی میں ہاتھ دھو کر دوبارہ مچھلیاں پکڑنے لگا۔ کچھ اور مچھلیاں پکڑ کر عنبر انہیں نیزے میں پروئے واپس چل پڑا۔

یہ مچھلیاں دو روز کے لیے کافی تھیں۔

وہ کھاڑی والے جنگل میں سے نکل کر سمندر کی طرف آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سامنے سمندر میں ایک چھوٹی سی کشتی کنارے کی طرف چلی آ رہی تھی۔ عنبر کے پاؤں وہیں جمے کے جمے رہ گئے۔ یہ دوسرا عجیب سا واقع تھا جو اس جزیرے میں ہو رہا تھا۔

پہلا واقع سمندری بلا کا ظاہر ہونا اور دوسرا یہ کہ ایک ایسے جزیرے کی

طرف کوئی کشتی آرہی تھی جو دور دراز سمندر میں تھا اور جس کے بارے
میں عنبر کو یقین تھا کہ اس کے ارد گرد کوئی جزیرہ نہیں ہے۔ لیکن اس
چھوٹی سی کشتی نے ثابت کر دیا تھا کہ اس جزیرے کے قریب کوئی اور
جزیرا بھی تھا کیوں کہ جو کشتی آرہی تھی۔ وہ چھوٹی تھی اور اس میں کچھ
جنگلی لوگ سوار تھے۔

سورج کی دھوپ میں عنبر ان آدمیوں کے سروں پر لگے ہوئے
جانوروں کے رنگ دار پر صاف دیکھ رہا تھا۔

عنبر کے لئے اب باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

وہ جلدی سے ایک چٹان کے پیچھے ہو گیا۔ اس چٹان کے اوپر کٹھل کا
ایک گنجان درخت جھکا ہوا تھا۔ اس درخت کی گھنی شاخوں نے آدھی
سے زیادہ چٹان کو اپنے چوڑے پتوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔ عنبر پیچھے
کی طرف سے اس چٹان کے اوپر چڑھ کر درخت کی شاخوں میں

چھپ کر بیٹھ گیا اور بے تابی سے اس کشتی کو دیکھنے لگا جو اب کنارے
پر پہنچ چکی تھی۔ عنبر نے گنا اس میں چھ جنگلی آدمی سوار تھے۔ انہوں
نے کشتی کو کھینچ کر ریت کے اوپر کیا اور پھر کشتی میں لیٹے ہوئے ایک
لڑکے کو باہر نکالا جس کے ہاتھ پاؤں رسی سے بندھے ہوئے تھے۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور اس
لڑکے کو یہاں لا کر کیا کرنے والے ہیں؟ اتنا اس نے اندازہ لگا لیا تھا
کہ یہ جنگلی لوگ ہیں اور کسی قریب کے جزیرے میں رہتے ہیں۔ مگر
سوال یہ تھا کہ وہ اس قیدی لڑکے کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے
تھے۔

جنگلی آدمیوں نے بڑے بڑے نیزے ہاتھوں میں تھام رکھے تھے۔

لڑکے کو انہوں نے زمین پر لٹا دیا۔

عنبر کو اچانک خیال آیا کہ کہیں یہ آدم خور نہ ہو اور اس لڑکے کو مار کر

کھانے کی تیاری نہ کر رہے ہوں۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ لڑکے کی جان بچانا چاہیے پھر اس نے سوچا ایسا کرنے سے شکنتلا کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ وہ تو مر نہ سکے گا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ کچھ آدم خور بھاگ جائیں اور پھر چھپ کر جزیرے پر حملہ کریں اور سوتے ہوئے بے چاری شکنتلا کو ہلاک کر ڈالیں۔

عنبر چٹان پر درخت کی شاخوں میں چھپا رہا اور دیکھنے لگا کہ یہ لوگ نوجوان لڑکے کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اس نے دور ہی سے دن کی روشنی اور دھوپ میں دیکھا کہ لڑکے کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کا رنگ گہرا سانولا تھا اور بال گھنگریالے تھے اور اس کے سر کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔

عنبر چکر میں پڑ گیا کہ کیا کرے؟ اس لڑکے کی جان بچائے یا نہ بچائے؟

اسے پھر شکنتلا کا خیال آ رہا تھا۔ وہ اکیلا ہوتا تو ایک دم سے ان آدم خوروں کے سامنے آ جاتا۔ ان میں سے کوئی بھی عنبر کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا لیکن اس کے ساتھ شکنتلا بھی تھی۔ وہ جزیرے پر اکیلی تھی عنبر ان آدم خوروں سے دشمنی مول لے کر شکنتلا کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ وہ عجیب الجھن میں پھنس گیا تھا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ آدم خوروں نے زمین میں چار کھونٹیاں گاڑیں اور اسکے ساتھ لٹا کر لڑکے کو باندھ دیا۔ پھر انہوں نے اس کے ارد گرد لکڑیاں چن کر ان میں آگ لگا دی۔ گویا یہ آدم خور لڑکے کو بھون کر کھانا چاہتے تھے۔

یہ آگ قیدی لڑکے سے کچھ فاصلے پر تھی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف پہنچ رہی تھی۔ لڑکے نے زمین پر لیٹے لیٹے ہاتھ پاؤں مارے مگر اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کھونٹیوں کے ساتھ بڑی مضبوطی سے باندھے ہوئے تھے۔

آدم خور جنگلی آگ کے گرد ناچنے لگے۔

اب ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ اچانک سمندر میں سے اسی سمندری بلا کی سیاہ کالی سونڈ باہر نکلی۔ اسے سوائے عنبر کے اور کسی نے نہ دیکھا۔ کیونکہ جنگلی سارے کے سارے آگ کے گرد سر نیچے کیے ناچ رہے تھے۔ عنبر نے دیکھا کہ سونڈ فضا میں بلند ہونے لگی۔ وہ ایک ستون کی طرح سمندر میں کھڑی ہوگئی۔ پھر نیچے کو خم کھا سمندر کی سطح کے ساتھ لگ گئی۔ اس کے بعد سمندری بلا پانی میں سے باہر نکل آئی۔ خدا کی پناہ وہ ایک بڑی ڈراؤنی پہاڑ ایسی کالی بلا تھی جس کی لمبی سونڈ جھول رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ جن پر لمبے لمبے بال تھے اوپر کو اٹھے تھے اور وہ دونوں پاؤں سمندر میں ڈالے باہر نکل رہی تھی۔ اس نے سیٹی ایسی سسکاری ماری اور پانی سے نکل کر کنارے پر آگئی۔

اب آدم خور جنگلیوں نے بھی اس بلا کو دیکھ لیا تھا۔ سمندری بلا نے گویا ان پر جادو کر دیا۔ وہ سب جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہ کے کھڑے گئے۔ نیزے ان کے ہاتھوں سے نیچے گر پڑے۔ جیسے انہیں سمندر بلا نے سانس کھینچ کر پتھر کا بت بنا دیا تھا۔

سمندری بلا کا ایک پاؤں سمندر میں تھا۔ اس نے دوسرا پاؤں نکال کر اس آگ پر رکھ دیا۔ جو قیدی لڑکے کے ارد گرد جل رہی تھی۔ آگ ایک طرف سے بجھ گئی۔ پھر سمندری بلا نے دونوں ہاتھ اور سونڈ آگے کر کے تین آدم خور جنگلیوں کو اوپر اٹھایا اور انہیں زور سے گھما کر سمندر میں اچھال دیا۔ جنگلی بے جان پتھروں کی طرح دور سمندر میں جا کر گر گئے۔ اس کے بعد سمندری بلا نے باقی تین جنگلیوں کو بھی اسی طرح پکڑ کر اپنے سر کے اوپر گھمایا اور اس زور سے اچھالا کہ وہ تینوں کے تینوں جنگل کے اندر درختوں کے اوپر جا گرے اور ان کی ہڈیاں سرمہ بن گئیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر سمندری بلا نے آگ کے ارد گرد ایک چکر لگایا اور واپس سمندر میں جا کر پانی میں گم ہو گئی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ عنبر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ چھ آدم خور جو ایک بے گناہ قیدی لڑکے کو ہڑپ کرنے کے لئے آئے تھے خود موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔

عنبر کو ایک دم خیال آیا کہ سب سے پہلے بھاگ کر آگ سے لڑکے کو بچانا چاہیے۔ وہ جلدی سے چٹان کے پیچھے سے نکلا اور بھاگتا ہوا سمندر کے کنارے اس جگہ پہنچا جہاں لڑکے کو زمین پر جکڑ دیا گیا تھا۔

خوش قسمتی سے سمندری بلا کے چٹان ایسے پاؤں کے پڑنے سے آگ آدھے سے زیادہ بجھ چکی تھی۔ عنبر نے پہلا کام یہ کیا کہ بڑی تیزی سے جلتی ہوئی لکڑیوں کو اٹھا کر دور دور پھینک دیا۔ لڑکا بالکل

یہ قیدی لڑکے نے اپنی زبان میں کہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر وہ زبان نہیں سمجھے گا۔ مگر عنبر دنیا کی ساری زبانیں سمجھتا تھا۔

اس نے کہا:

"تم میرے بھائی ہو۔"

قیدی لڑکا حیران رہ گیا کہ یہ شخص اس کی زبان بھی جانتا ہے۔

☆

یہ قیدی لڑکے نے اپنی زبان میں کہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر وہ زبان نہیں سمجھے گا۔ مگر عنبر دنیا کی ساری زبانیں سمجھتا تھا۔

اس نے کہا:

"تم میرے بھائی ہو۔"

قیدی لڑکا حیران رہ گیا کہ یہ شخص اس کی زبان بھی جانتا ہے۔

☆

آدم خوروں کا جزیرہ

عنبر قیدی لڑکے کو لے کر جھونپڑے میں آ گیا۔

جس کشتی میں آدم خور جزیرے پر اترے تھے وہ عنبر اور قیدی لڑکے نے مل کر ایک طرف کنارے کی جھاڑیوں میں چھپا دی تھی۔ عنبر نے جھونپڑے میں آ کر ساری کہانی شکنتلا کو سنا ڈالی۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ اس جزیرے پر ایک سمندری بلا کے پاؤں کے نشان اس نے پہلے بھی دیکھے تھے۔ مگر شکنتلا سے بات نہیں کی تھی۔ شکنتلا سمندری بلا کا سن کر بہت ڈری۔ عنبر نے اسے بتایا کہ اگر وہ نہ ہوتی تو یہ لڑکا کبھی زندہ نہ بچتا

عنبر نے لڑکے سے اس کی زبان میں پوچھا :

"تم کون ہو اور یہ کون لوگ تھے جو تمہیں ہڑپ کرنے یہاں لائے تھے؟"

قیدی لڑکے نے کہا :

"میرا نام بوریلا ہے۔ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میرا باپ یہاں سے تھوڑی دور ایک جزیرہ ہے وہاں رہتا ہے۔ وہ اس جزیرے کا راجہ تھا۔ مگر منتری میرے باپ کا دشمن ہے۔ اس نے میرے باپ اور میری ماں کو ایک غار میں قید کر دیا اور خود جزیرے کا راجہ بن بیٹھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے اس جزیرے پر لا کر قتل کر کے کھا جائیں۔ اگر سمندری بلا سنگرام باہر نکل کر ان لوگوں کو ہلاک نہ کرتی تو وہ ضرور مجھے ختم کر چکے ہوتے۔"

عنبر نے پوچھا :

"یہ سمندری بلا سنگرام کیا شے ہے؟"

بوریلا کہنے لگا :

"سنگرام ایک بڑی ہی خوفناک سمندری بلا ہے۔ یہ ہر مہینے ہمارے جزیرے میں سے ایک آدمی کی قربانی لیتی ہے۔ جب میرا باپ راجہ تھا تو وہ بھی ہر مہینے کسی ایک لڑکی کو اس بلا کے آگے سمندر میں ڈال دیا کرتا تھا۔ اب منتری راجہ بن گیا ہے تو اسے بھی ہر مہینے کی چاندرات کو ایک لڑکی اس بلا کے آگے ڈالنی ہوگی۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو یہ بلا جزیرے پر آ کر سارے لوگوں کو ہلاک کر دے گی۔"

عنبر بولا :

"کیا یہ بلا سمندری بلا ہر مہینے اپنی قربانی لینے آتی ہے؟"

"ہاں میرے آقا! چاندرات کو یہ بلا سمندر میں سے اپنی سونڈ باہر نکال کر کنارے پر رکھ دیتی ہے۔ جزیرے کے لوگ لڑکی کو بار سنگار کروا کر

نئے کپڑے پہنا کر وہاں لے آتے ہیں اور اسے بلا کی سونڈ پر بیٹھا دیتے ہیں۔ پھر وہ بلا لڑکی کو سونڈ میں لپیٹ کر سمندر میں لے جاتی ہے۔"

عنبر نے کہا :

"یہ تو بڑا ظلم ہے۔"

شگفتہ بولی :

"بھگوان اس بلا کا ستیاناس کرے جس نے جزیرے کی جانے کتنی لڑکیوں کو آج تک ہڑپ کر لیا ہوگا۔"

بوریلا نے کہا :

"اب تک ہزاروں لڑکیاں اس کالی بلا کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے۔ اگر قربانی نہ دی گئی تو یہ بلا سارے جزیرے کو تہس نہس کر دے گی۔"

عنبر نے اس لڑکے بوریلا سے پوچھا :

"یہ بتاؤ کہ اب تم واپس اپنے جزیرے پر جانا چاہتے ہو یا اسی جگہ رہنا چاہتے ہو؟"

بوریلا کہنے لگا :

"میرے آقا! وہاں گیا تو منتری کے ساتھی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر یہاں رہا تب بھی وہ بہت جلد اس جزیرے پر میری تلاش میں آئیں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں بچ گیا ہوں۔"

عنبر نے پوچھا :

"سوال یہ ہے کہ سمندری بلا نے تمہاری مدد کیوں کی؟"

بوریلا بولا :

"سمندری بلا آگ سے بڑی نفرت کرتی ہے۔ وہ جہاں کہیں آگ دیکھتی ہے وہاں ہر شے کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم

جزیرے میں باہر آگ نہیں جلاتے۔ ہر شخص جھونپڑی کے اندر آگ جلاتا ہے۔ ویسے بھی۔ سمندری بلا بہت کم دن کے وقت۔ سمندر سے باہر آتی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ عین وقت پر میری مدد کو آ گئی۔"

شکنتلا نے کہا:

"اس بلا کا کوئی بھروسہ نہیں بوریا! وہ تمہیں بھی ہلاک کر سکتی تھی۔ اسے تم زمین پر بندھے ہوئے نظر نہیں آئے ہو گے۔"

"ہاں بہن شاید ایسا ہی ہو۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم لوگ اس جزیرے پر کس طرح آ گئے؟ تم یہاں کیسے زندہ ہو؟ یہاں تو رات کو بھوت آ کر بسیرا کرتے ہیں اور کبھی کبھی۔ سمندری بلا بھی یہاں آ کر آرام کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس جزیرے پر کوئی آبادی نہیں ہے۔ شروع شروع میں ایک قبیلے نے اس جزیرے پر آ کر آباد ہونے کی کوشش کی تھی مگر سمندری بلا نے ان سب کو مار بھگا دیا۔ اب کوئی شخص بھی ادھر آنے کی

کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ آج اس لیے بتانا پڑا کہ تم بھی میرے
ساتھ تھے۔

بوریلا نے کہا:

ہمارا اس جزیرے پر رہنا بے حد خطرناک ہے۔ سمندری بلا یہاں آ کر
ہمیں سوتے میں کھا جائے گی۔ اسے انسانوں کی بو آ جاتی ہے۔ ہمیں
یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔

"مگر ہم کہاں جائے گے بوریلا؟" شکنتلا نے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"کیا یہاں آس پاس کوئی اور جزیرا ہے؟"

بوریلا کہنے لگا:

"سوائے ہمارے جزیرے کے آس پاس کوئی جزیرا نہیں ہے۔
پھر ہم کہاں جا سکتے ہیں؟

بوریلا نے کہا:

"یہاں بیٹھ کر سمندری بلا کے ہاتھوں مر جانے سے کہیں بہتر ہے کہ
ہم اپنی کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں نکل چلیں۔ آخر کسی نہ کسی
جزیرے پر پہنچ ہی جائے گے۔

عنبر بولا:

"نہیں بوریلا نہیں، میں اتنا بڑا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں میں اپنی
بہن کے ساتھ اس وقت تک اسی جگہ رہوں گا جب تک کہ کوئی جہاز
نہیں آ جاتا۔

شکنتلا بولی:

"بوریلا کیا اس طرف بحری جہاز آیا کرتے ہیں؟

بوریلا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"نہیں شکنتلا بہن ان جزیروں کے آس پاس کبھی کوئی جہاز نہیں دیکھا

گیا۔ یہ جزیرے۔۔۔ یہ دونوں جزیرے دنیا کے کسی نقشے پر نہیں ہیں
ان جزیروں پر میں نے اپنے باپ کی حکومت میں ہی آنکھیں کھولیں
اب میری عمر چودہ پندرہ برس کی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف
ایک بار سمندری جہاز دیکھا تھا جو راستہ بھول کر ادھر آ گیا تھا۔

میرے باپ نے جہاز والوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ انہیں
خوب کھلایا پلایا۔ ان کے جہاز میں پھل اور پینے کے پانی کے مٹکے
رکھ دیے اور وہ لوگ خوش خوش جزیرے سے چلے گئے۔ اس کے
بعد میں نے کبھی کسی جہاز کو نہیں دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"پھر تو میرا خیال ہے کہ ہم تمھارے راجہ باپ کے جزیرے پر جائیں
گے۔

بوریلا خوف سے کانپ گیا۔

"میرے آقا! ان آدم خوروں کے پاس جاؤں گے تو وہ میرے ساتھ
تم لوگوں کو بھی مار ڈالیں گے۔ منتری نے سارے جزیرے کے لوگوں
پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس نے لوگوں کو یقین دلا دیا ہے کہ وہ جادوگر ہے
جادوگری اس نے جزیرے کے جادوگر سے سیکھی تھی۔ اس بڑے
جادوگر کو بھی اس نے قتل کروا دیا تھا۔ ہم لوگ وہاں گئے تو اسی وقت مار
ڈالے جائیں گے۔ خدا جانے میرے ماں باپ کو اس نے کس وقت
تک کے لیے قید کر رکھا ہے۔ یہ خیال دل سے نکال دیں میری مانیں
ہم کشتی میں سوار ہو کر یہاں سے کسی دوسرے جزیرے کی طرف چلے
جاتے ہیں۔

شگفتہ نے کہا:

"یہ لڑکا بوریلا ٹھیک کہتا ہے عنبر بھائی! آدم خوروں کے وحشی جزیرے
پر جانا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے برابر ہے۔ یہاں رہنا بھی

خطرے سے خالی نہیں کیونکہ یہاں سمندری بلا ضرور حملہ کرے گی۔ پہلے تو میں اکیلی جھونپڑی میں رہ لیتی تھی۔ اب میں ہرگز اکیلی نہیں رہ سکتی۔ بھگوان کے لیے اس لڑکے کے کہنے پر عمل کرو اور یہاں سے کھلے سمندر کی طرف نکل چلو۔

عنبر ہنس پڑا اور بولا :

"تم دونوں ڈرپوک ہو۔ میں ڈرپوک نہیں ہوں۔ میں ایک بہادر انسان ہوں۔ میں نے ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیا ہے۔ اور بڑی بہادری سے سچائی کا ساتھ دیا ہے۔ مجھے آج تک کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میں چاہتا ہوں کہ آدم خور منتری کے جزیرے پر جا کر اس کے نوجوان راج کمار کے ماں باپ کو ظالم منتری کی قید سے آزاد کراؤں اور اسے جزیرے کا راجہ بناؤں۔ کیا تم لوگ میرے ساتھ نہیں چلوں گے؟ بوریلا لڑکا تو عنبر کا منہ تکتا رہ گیا۔ اسے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی

کہ ایک تو جوان انسان سمندری بلا اور جزیرے کے اتنے سارے آدم خور وحشیوں کا اکیلا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ اس کے نے کہا "میرے آقا اس خیال کو دل سے نکال دیں۔ اگر ہم منتری کے جزیرے پر گئے تو زندہ بچ کر واپس نہ آ سکیں گے۔

عنبر نے کہا :

بوریلا' تم گھبراؤ نہیں۔ میں نے ایسے بہت سے آدم خور وحشی دیکھے ہیں اور پھر میں سمندری بلا کا بھی مقابلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے میرے خدا نے اتنی طاقت دے رکھی ہے۔ کیوں شکنتلا! کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟

شکنتلا کہنے لگی :

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں بھائی مگر خواہ مخواہ اپنے ساتھ ہم دونوں کی زندگیاں بھی خطرے میں ڈالنے سے کیا؟ حاصل ہوگا بھلا؟

بہتر یہی ہے کہ ہم اس خیال سے باز آ جائیں اور ساتھ والے
جزیرے پر جانے کی بجائے کسی دوسری زمین کسی دوسرے ملک کی
طرف نکل چلتے ہیں۔

عنبر نے پکے ارادے کے ساتھ کہا :

"اگر تم لوگ میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے تو بے شک مت جاؤ اور
یہیں رہو۔ مگر میں بوریلا کے راجہ باپ کے جزیرے پر ضرور جاؤں
گا۔ میں منتری کی ساری فوج سے مقابلہ کروں گا اور اسے شکست
دے کر سمندری بلا کو بھی ہلاک کر کے جزیرے پر دوبارہ بوریلا کے
باپ کو تخت پر بٹھا کر دم لوں گا۔

شگفتا گھبرا کر بولی :

"بھائی اگر تم وہاں چلے جاؤ گے تو ہم یہاں مرنے کے لیے کیوں
پیچھے رہ جائیں۔ ہم بھی پھر تمہارے ساتھ ہی چلیں گے۔

بوریلا کو ابھی تک یقین نہیں تھا کہ عنبر آدم خوروں اور سمندری بلا
کا مقابلہ کر سکے گا۔ وہ سوچنے لگا کہ شاید اس آدمی کا دماغ خراب
ہو گیا ہے۔ اس نے کہا :

"میرے آقا آپ کو سمندری بلا کی طاقت اور آدم خور وحشیوں کی
درندگی کا پورا پورا احساس نہیں ہے۔ یہ لوگ صحیح سلامت ہاتھی کو
کھڑے کھڑے بھون کر کھا جاتے ہیں۔ آپ بے چارے ان کے
آگے کیا کریں گے؟ سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہ نکلے گا کہ میرے
ساتھ آپ بھی پکڑ لیے جائیں گے اور آپ کو بھی سمندری بلا کے
آگے ڈال دیا جائے گا"۔

عنبر نے جوش میں آ کر کہا۔

"خدا کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں سمندری بلا
اور جزیرے کے آدم خوروں پر برتری حاصل کر کے رہوں گا"۔

بوریلا اور شگفتا خاموش ہو گئے۔ شگفتا سمجھ گئی تھی کہ عنبر نے پکا فیصلہ کر لیا ہے اور اب اسے آدم خوروں کے جزیرے پر جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے کہا۔

"عنبر بھائی' اگر آپ نے جانے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے تو پھر ہم بھی آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔ قسمت میں جو کچھ لکھا ہو گا اسے بھگت لیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"شگفتا بہن' تم لوگوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا تم لوگوں کی میں اپنے سے بڑھ کر حفاظت کروں گا"

بوریلا کہنے لگا۔

"جیسے آپ کی مرضی ۔ میں واپس آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہوں"۔

عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"شاباش' اب یہ بتاؤ کہ کس وقت یہاں سے چلا جائے؟"

بوریلا نے کہا۔

"سب سے بہترین اور محفوظ وقت آدھی رات کا وقت ہے۔ کیونکہ اس وقت جزیرے پر سب لوگ سو رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ سمندری بلا بھی رات کو کبھی سمندر سے باہر نہیں نکلتی"۔

"پھر ٹھیک ہے ہم آج ہی رات یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ کیا تم کشتی میں بیٹھ کر جزیرے تک ہماری رہنمائی کر سکو گے؟"

"کیوں نہیں"۔ بوریلا نے کہا "ضرور رہنمائی کر سکوں گا۔ میں کئی بار اس جزیرے پر اکیلا کشتی میں سوار ہو کر آیا ہوں۔ میرے لیے یہ کوئی نیا سفر نہیں ہو گا"۔

عنبر نے کہا۔

"آج رات ہمیں تیار رہنا ہوگا"

عنبر اور قیدی لڑکا بوریلا مل کر کشتی کو جھاڑیوں میں سے نکال کر سمندر کے کنارے لے آئے اس میں انہوں نے شکنتلا کو سوار کرایا۔ پھر خود بیٹھے اور کشتی رات کے اندھیرے میں ساتھ والے آدمخوروں کے جزیرے کی طرف چلنا شروع ہوگئی۔ یہ جزیرہ آدھے دن کے سفر پر تھا۔ سمندر بڑا پرسکون تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ستاروں کے حساب پر بوریلا بڑے آرام سے کشتی کو سمندر کی لہروں پر کھیلتا چلا جا رہا تھا۔

پچھلے پہر کی نیلی نیلی روشنی آسمان پر پھیلی تو عنبر اور شکنتلا نے دور ایک جزیرے کے ہرے بھرے سرسبز درختوں کو ابھرتے دیکھا۔ یہ آدم خوروں کا جزیرہ تھا۔ شکنتلا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ بوریلا بھی کچھ پریشان ہوگیا تھا۔

کیوں کہ بہر حال وہ اس کے جانی دشمنوں کا جزیرہ تھا۔ مگر عنبر خاموش تھا اور اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی۔

☆

غار پر حملہ

منہ اندھیرے ہی کشتی آدم خوروں کے جزیرے پر جا لگی۔

بوریلا نے کشتی کو جزیرے کے پچھلے حصے کی طرف لگا دیا تھا۔ اس طرف کوئی آبادی نہیں تھی۔ صرف تاڑ کے جنگل ہی جنگل اور چٹانیں ہی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ وہ تینوں کشتی سے اتر آئے۔ کشتی کو انہوں نے ریت پر کھینچ کر چٹان کے پاس جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ وہ خود بھی جھاڑیوں میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ عنبر نے بوریلا سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ بوریلا کہ وہ غار کس طرف ہیں جہاں تمہارے باپ اور ماں کو منتری نے قید کر رکھا ہے؟"

بوریلا نے کہا۔

"یہاں سے اگر آپ اس جنگل میں چلتے چلے جائیں تو راستے میں ایک ریچھ کی طرح جھکی ہوئی چٹان آئے گی۔ اس چٹان کے پیچھے ایک اور جنگل ہے۔ اس جنگل میں ایک پہاڑی ہے۔ اسی پہاڑی کے غار میں میرے ماں باپ قید ہیں۔ مگر وہاں منتری کے آدم خوروں کا بڑا زبردست پہرہ ہے۔ اول تو آپ وہاں تک پہنچ نہیں سکیں گے اگر پہنچ بھی گئے تو پہرے پر کھڑے آدم خور آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"یہ سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم شکنتلا کو لے کر اسی چٹان کی کھوہ میں کشتی کے پاس چھپے رہو اور جب تک میں واپس نہ آؤں یہاں سے ہرگز ہرگز باہر مت نکلو۔ اب

میں جا رہا ہوں۔"

شکنتالا کہنے لگی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے عنبر بھائی۔"

عنبر نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں شکنتالا بہن! یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ میری خفیہ طاقت سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ جب تک تمہیں یہاں کوئی دیکھے گا اس وقت تک میں سب کام اپنے ہاتھ میں لے چکا ہوں گا۔"

اتنا کہہ کر عنبر وہاں سے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے جاتے ہی بوریلا نے ادھر ادھر سے جھاڑیاں کاٹ کر بڑی جلدی سے ایک چھت سی وہاں ڈال دی۔ چھت کے نیچے اس نے پتے بچھا دیے اور شکنتالا سے کہا۔

"شکنتالا بہن! تم یہاں لیٹ کر آرام کرو۔ میں باہر چھپ کر پہرہ دیتا

ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس طرف کوئی بھی آدم خور نہیں۔

ایک درخت کے اوپر چڑھ کر عنبر نے دیکھا سامنے ایک جگہ غار کا منہ کھلا ہوا تھا۔ جس کے باہر دو آدم خور نیزے لیے آرام سے زمین پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے نیزے زمین پر گاڑ رکھے تھے اور آپس میں باتیں کر کے ہنس رہے تھے۔ وہ بڑے بے فکر تھے۔ اس لیے کہ انہیں خواب میں بھی خیال نہیں آ سکتا تھا۔ کہ ان کے جزیرے پر کوئی غیر آدمی قدم رکھ سکتا ہے جزیرے کے منتری کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ سمندری بلا نے دوسرے جزیرے پر حملہ کر کے بوریلا کو اور اس کو قتل کر کے کھانے والے آدم خوروں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ اس نے ہنس کر اپنے ساتھیوں سے کہا تھا۔

"اچھا ہوا کہ سمندری بلا نے بوریلا کو ہڑپ کر لیا۔ وہ ہماری کالی ماتا ہے وہ ہمارا خیال رکھے گی۔"

اسے کیا خبر تھی کہ بوریلا زندہ ہے اور اسی کے جزیرے میں ایک جگہ چھپا بیٹھا تھا اور عنبر۔۔۔ منتری کا دشمن اس غار کے قریب پہنچ گیا ہے جہاں راجہ رانی قید ہیں۔ اس کی امید نہ جزیرے کے نمک حرام ظالم منتری کو تھی اور نہ ان پہریدار آدم خوروں کو تھی جو غار کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر ان کی اس غفلت سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ درخت پر بیٹھا کافی دیر تک سوچتا رہا کہ کون سا طریقہ اختیار کرے کہ وہ غار کے اندر پہنچ جائے۔ آخر ایک ترکیب اس کے دماغ میں آ گئی۔

وہ درخت پر سے نیچے اتر آیا۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں چلتے چلتے وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں جنگلی بیلوں نے ایک گھنی چھت ڈال رکھی تھی۔ یہاں اسے پہریدار آدم خوروں کی باتیں کرنے کی پوری آواز آ رہی تھی وہ ان کی جنگلی زبان اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ وہ سمندری بلا

کی قربانی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ایک آدم خور کہہ رہا تھا۔

''اس دفعہ چاندرات کو بوڑھے کی لڑکی شکتی کو بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ کاش میں اس سے شادی کر لیتا۔ پھر اس کی جان بچ سکتی تھی۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ چاندرات کو اسے سمندری بلا کے آگے ڈال دیا جائے گا۔''

دوسرا آدم خور بولا۔

''کیا اس آدم خور سمندری بلا سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی؟''

پہلے آدم خور نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''دیوتا ہمیں معاف کریں۔ خبردار ایسی بات پھر زبان سے مت نکالنا۔ سمندری بلا ایک دیوی ہے۔ سمندر کی دیوی ہے اس کی وجہ سے اس جزیرے پر جوالا مکھی نہیں پھٹتا۔ اس کی وجہ سے یہاں کبھی کوئی طوفان نہیں آیا۔ کبھی کوئی بیماری نہیں پھوٹی۔ اسے کوئی ہلاک نہیں کر

سکتا۔ اگر وہ مرگئی تو یہ جزیرہ بھی تباہ ہو جائے گا۔"

دوسرا آدم خور بھی کانوں پر ہاتھ رکھ کر توبہ کرنے لگا۔ عنبر ان کی بیوقوفوں ایسی باتوں پر دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ کس قدر جاہل تھے یہ آدم خور وحشی۔ ایک سمندری جانور کو دیوی دیوتا سمجھ کر اس کی پوجا کر رہے تھے۔ حالاں کہ وہ ایک سمندری جانور کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

عنبر نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے جنگل کی دوسری طرف اچھال دیا۔

جنگل کی خاموشی میں پتھر گرنے کی آواز پر دونوں آدم خور چوکس ہو گئے۔ انہوں نے اس طرف دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔ عنبر نے ایک اور پتھر اٹھا کر ادھر پھینک دیا۔ دونوں آدم خور جلدی سے اٹھے اور نیزے لے کر جنگل کی طرف لپکے۔ عنبر اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔ آدم خوروں کے جاتے ہی وہ جھاڑیوں کی اوٹ میں سے باہر نکل آیا۔ اور بھاگ کر سامنے غار میں داخل ہو گیا۔

اس غار میں نمی، ٹھنڈک اور ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ عنبر بڑی تیزی سے غار کے اندر چلنے لگا آگے جا کر غار ایک طرف کو گھوم گیا۔ عنبر نے اس قسم کے بہت سے غار دیکھے تھے۔ وہ بڑی احتیاط سے چاروں طرف اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ غار آگے سے جا کر تنگ ہو گیا۔ پھر بائیں ہاتھ کو گھوما تو سامنے ایک دروازہ تھا۔ یہ دروازہ بانس کے درختوں کے ڈنڈے کاٹ کر بنایا گیا تھا عنبر اس دروازے کے پاس جا کھڑا ہو گیا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا سے ہلکے ہلکے اندھیرے میں دو انسان زمین پر لیٹے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک اس جزیرے کا بوڑھا راجہ تھا اور ایک رانی تھی۔ عنبر نے آہستہ سے لکڑی کے دروازے کو ایک طرف ہٹایا اور اندر چلا گیا۔

دونوں انسان اسے آتا دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ عنبر نے ان کی
زبان میں کہا۔

"کیا تم راجہ اور رانی ہو اس جزیرے کے؟"

دونوں انسان حیرانی سے عنبر کو دیکھنے لگے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا
تھا کہ کوئی باہر کا آدمی ان کے پاس پہنچ سکتا ہے۔

راجہ نے کہا۔

"ہاں ہم اس جزیرے کے راجہ اور رانی ہیں۔ مگر تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ میں سب کچھ آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے میں آپ کو خوشی
کی خبر سنانی چاہتا ہوں کہ آپ کا بیٹا راجکمار بوریلا زندہ ہے۔"

رانی اور راجہ خوشی سے نہال ہو گئے۔ رانی نے آنکھوں میں آنسو
لا کر کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں رانی" میں سچ کہہ رہا ہوں"

رانی نے پوچھا۔

"کہاں ہے میرا بیٹا؟"

عنبر نے کہا

"وہ اسی جزیرے میں ایک خفیہ جگہ پر چھپا ہوا ہے"۔

راجہ نے کہا۔

"مگر بیٹا' اسے تو نمک حرام منتری نے سمندری بلا کے جزیرے
میں قتل کرانے کے لیے بھجوا دیا تھا۔ پھر وہ کیسے بچ گیا؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ باتیں پھر بتاؤں گا۔ اس وقت حالات یہ ہیں کہ آپ کا بیٹا

بوریلا زندہ ہے اور اسی جزیرے میں ایک جگہ چھپا ہوا ہے میں آپ کو اور اس جزیرے کے لوگوں کو ظالم منتری سے نجات دلانے آیا ہوں''۔

رانی نے کہا۔

''مگر بیٹا تم اکیلے اس شیطان کا کیسے مقابلہ کر سکو گے۔ وہ تو بہت بڑا جادوگار ہے۔ اس کے پاس کالے علم کا جادو ہے''۔

عنبر بولا۔

''رانی صاحبہ! آپ فکر نہ کریں۔ یہ سارا کام میں سنبھال لوں گا۔ اس کا سارا جادو میں ایک ہی پل میں باہر نکال دوں گا۔ آپ صرف اتنا کریں کہ میرے ساتھ یہاں سے نکل چلیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے جب میری اور نمک حرام منتری کی جنگ چھڑے تو وہ آپ کو اپنے آدمی بھیج کر قتل کروادے''۔

رانی نے کہا۔

''مگر بیٹا! باہر تو آدمی خود پہرہ دے رہے ہیں''۔

عنبر بولا۔

''آپ میرے ساتھ آئیں۔ جلدی کریں۔ میرے پاس وقت بہت تھوڑا ہے''۔

عنبر نے راجہ اور رانی کو ساتھ لیا اور کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ اس نے بانس کے دروازے کو دوبارہ اپنی جگہ پر لگا دیا۔ غار کے اندھیرے میں راجہ اور رانی کو پیچھے پیچھے چلاتا عنبر غار کے منہ پر آ کر رک گیا۔ دونوں کو پیچھے کھڑا کر کے عنبر نے دیکھا کہ پہریدار باہر پہرہ دے رہے تھے۔ ایک پہرے دار زمین پر لیٹا ہوا اونگھ رہا تھا اور دوسرا دروازے کے پاس کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر دبے پاؤں غار سے باہر نکل آیا۔ اس نے پہریدار کے پیچھے

آ کر ایک چھلانگ لگا کر کھڑے ہوئے پہریدار کی گردن دبوچ لی۔
وہ منہ بل زمین پر گرا۔ دوسرا پہریدار شور کی آواز سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔
اس نے جو ایک اجنبی کو اپنے ساتھی کے ساتھ گتھم گتھا دیکھا تو نیزہ اٹھا
کر پورے زور سے عنبر کی پسلیوں میں مار دیا۔ عنبر نے اس نیزے کی
بالکل پرواہ نہ کی اور پہلے والے پہریدار کی گردن دباتا رہا۔ دوسرے
پہرے دار نے نیزہ کھینچ کی پوری طاقت سے پھر عنبر کی پسلیوں میں
گھونپ دیا۔ اس دفعہ عنبر اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلا پہریدار گلا دبانے سے مر
چکا تھا۔ عنبر نے اپنی پسلیوں میں سے نیزہ نکال کر ہاتھ میں تھام لیا۔

یہ منظر دیکھ کر زندہ پہرے دار دنگ رہ گیا۔ عنبر کے جسم سے خون کا
ایک قطرہ تک نہیں بہہ رہا تھا۔ عنبر نے نیزہ اٹھایا' لہرایا اور آدمخور کے
سینے میں اتار دیا۔ زخم اس قدر گہرا لگا کہ آدمخور بغیر آواز نکالے زمین
پر گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عنبر لپک کر واپس غار میں آیا اور بولا۔

"جلدی سے میرے ساتھ چلیں راستہ صاف ہے"۔

راجہ اور رانی لڑائی کا یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ حیرت زدہ تھے کہ
یہ کیسا انسان ہے کہ ایک طاقت ور آدم خور کے ہاتھوں سے دو نیزے
کھانے کے باوجود زندہ ہے۔ نہ صرف زندہ ہے بلکہ زخمی تک نہیں
ہوا۔ لیکن یہ وقت ایسی باتیں پوچھنے کا نہیں تھا۔ وہ عنبر کے پیچھے چھپتے
چھپاتے جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ چٹان کے قریب سے گھوم کر
وہ گھنے درختوں کے نیچے سے ہوتے اس چٹان کے پاس آ گئے۔
جہاں ایک چھت کے نیچے شکنتلا چھپی ہوئی تھی اور بوریلا پہرہ دے رہا
تھا۔

بوریلا بڑا چوکنا ہو کر چٹان کی اوٹ میں جھاڑیوں میں بیٹھا
تھا۔ اس نے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنی تو پلٹ کر پیچھے دیکھا۔
اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا۔ اس کے سامنے اس کی ماں اور

بوڑھا باپ عنبر کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔ وہ جھاڑی میں سے نکل کر
بازو پھیلائے اپنے ماں باپ کی طرف بڑھا۔ راجہ رانی نے اپنے جگر
کے ٹکڑے کو زندہ دیکھا تو خوشی سے باغ باغ ہو کر انہوں نے بچے کو
سینے سے لگا لیا۔ اور خوب بھینچ بھینچ کر پیار کیا۔

عنبر نے کہا۔

''تم لوگ اب اسی جگہ چھپے رہو یا یہاں سے کشتی میں سوار ہو کر
واپس سمندری بلا کے جزیرے میں چلے چلو۔ کیوں کہ میں منتری کے
خلاف جنگ شروع کرنے والا ہوں۔ اگر تم لوگ لڑائی میں میرے
ساتھ ہوئے تو میں تمہاری جان کی ذمے داری نہیں لے سکتا۔ ہاں فتح
پانے کے بعد تمہیں اپنے پاس بلا سکتا ہوں''۔

راجہ نے کہا۔

''بیٹا' سمندری بلا کا جزیرہ محفوظ نہیں ہے۔ میں نے اپنے لیے

ایک خفیہ پناہ گاہ تلاش کر رکھی ہے۔ ہم وہاں جا کر چھپ جاتے ہیں وہ
پناہ گاہ ایسی جگہ پر ہے جس کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ یہ جگہ میں نے بنائی
ہی اسی لیے تھی کہ اگر کبھی جزیرے پر بغاوت ہو گئی تو وہاں چھپ
جاؤں گا۔ لیکن نمک حرام منتری نے محل سے بھاگنے کی مہلت ہی نہیں
دی۔

''چلیے میں آپ کو وہاں چھوڑ آتا ہوں''۔

یہ خفیہ جگہ جنگل کی پرلی جانب ایک چوڑی سی چٹان کے نیچے تھی۔
دروازے پر لمبی لمبی گھاس اگی تھی اور اندر بیٹھنے کے لیے خشک گھاس
کے علاوہ پانی کا مرتبان اور خشک پھلوں کا ایک مرتبان بھی تھا۔ عنبر نے
راجہ' رانی' شکنتلا اور بوریلا کو اس خفیہ جگہ پر چھوڑا اور خود اکیلا ہی منتری
سے مقابلہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

دشمن کی تلاش

جزیرے کے جنگل میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
کہیں کہیں کسی وقت درخت پر بیٹھا کوئی پرندہ بولتا تو خاموشی جیسے چونک اٹھتی۔ اس جزیرے میں جنگلی جانور بھی نہیں تھے۔ شاید آدم خوروں نے سارے کے سارے مار کر کھا لیے تھے۔ عنبر چھپ چھپ کر جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ ایک پگ ڈنڈی جنگل میں چلی گئی تھی۔ عنبر نے جان بوجھ کر اس پگ ڈنڈی کو چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ راستے میں کسی آدم خور سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ دور سے اسے ڈھول بجنے کی آواز آنے لگی۔ راجہ نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا کہ منتری کا بانس کا محل کس جگہ پر ہے۔ یہ ڈھول اسی کے محل کے باہر بج رہا تھا۔

عنبر کو دو آدمیوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ آدم خور پگ ڈنڈی پر چلے آ رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھوں میں نیزے اٹھا رکھے تھے۔ وہ باتیں کرتے عنبر کے قریب سے گزر گئے۔ اچانک ایک آدم خور رک گیا۔ دوسرے سے کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے یہاں کوئی انسان چھپا ہوا ہے"۔

عنبر اس آدم خور کی عقل پر حیران رہ گیا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ جنگل میں رہتے رہتے انہیں بھی عادت پڑ گئی تھی کہ وہ جانوروں کی طرح انسان کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ دوسرے نے کہا۔

"یہاں کوئی غیر آدمی کہاں سے آ جائے گا؟"

"یہی میں سوچ رہا تھا"

اتنا کہہ کر دونوں آدم خور آگے نکل گئے۔ عنبر درخت کے پیچھے

سے نکل کر آگے روانہ ہو گیا۔ جوں جوں وہ آگے جا رہا تھا ڈھول کی آواز زیادہ صاف سنائی دینے لگی تھی۔ وہ اسی ڈھول کی آواز پر چلا جا رہا تھا۔ اب یہ آواز بہت قریب سے آ رہی تھی۔ عنبر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے بانس کا ایک بہت خوبصورت مکان بنا ہوا ہے۔ ہے تو بالکل جھونپڑے کی طرح کا مگر بناوٹ بڑی اچھی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی نمک حرام منتری کا محل ہے۔ محل کے دروازے پر ایک آدم خور بیٹھا ڈھول بجا رہا تھا۔ وہ ڈھول پر یوں ہاتھ مار رہا تھا جیسے سو رہا ہے۔

وہ یہ منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ وہی دو پہریدار وہاں بھاگے بھاگے آئے جو راجہ رانی کے غار کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے آتے ہی منتری کی دہائی دی۔ نمک حرام منتری ان کی آوازیں سن کر محل سے باہر آ گیا۔ عنبر یہ تماشہ بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا

کہ دونوں آدم خور راجہ رانی کے فرار کی خبر سنانے آئے ہیں۔ منتری کا رنگ سیاہ تھا اور وہ بڑا موٹا تازہ ہاتھی کی طرح تھا۔

اس نے کڑک کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ تم لوگ راجہ رانی کو اکیلے کیوں چھوڑ کر آ گئے؟"

آدم خور سجدے میں گر پڑے۔ پھر سر اٹھا کر بولے۔

"سرکار، وہ بھاگ گئے ہیں۔"

"کیا کہا؟" منتری بادل کی طرح گرجا۔

"کہاں بھاگ گئے ہیں؟"

آدم خور پہریدار نے کانپتے ہوئے کہا۔

"حضور، دیوتا ہی جانتے ہیں کہ راجہ اور رانی کہاں بھاگ گئے ہیں۔ ہم پہرہ دے رہے تھے کہ ایک نوجوان سے مقابلہ ہوا۔ اس نے ہمارے ایک آدمی کو مار دیا۔ میں بھاگ کر یہاں آیا ہوں۔ وہ

راجہ رانی کو بھگا کر ساتھ لے گیا ہے"۔

منتری نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"کون تھا وہ نوجوان؟"

"حضور اس کا رنگ کالا نہیں تھا۔ وہ اس جزیرے کا رہنے والا نہیں لگتا تھا۔

منتری نے تالی بجا کر کہا۔

"ان دونوں پہرے داروں کی گردنیں کاٹ کر لاشوں کو گدھوں کے آگے ڈال دیا جائے"۔

آدم خور زمین پر گر کر رونے لگا۔

"سرکار رحم رحم رحم"

"بکواس بند کرو۔ لے جاؤ انہیں اور کاٹ دو ان کی گردنیں"۔

جلادوں نے آگے بڑھ کر دونوں آدم خوروں کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ اور انہیں کھینچتے ہوئے جنگل کی طرف لے گئے جہاں انہیں قتل کر دیا جانے والا تھا۔ منتری نے اپنی ساتھی سے کہا۔

"سارے جزیرے میں آدم خور سپاہیوں کو پھیلا دو۔ راجہ رانی اس جزیرے سے بچ کر نہ جانے پائیں۔ سمندری کنارے کی تمام کشتیوں کو اپنے قبضے میں کر لو۔ ہر طرف پہرہ بٹھا دو اور حکم جاری کر دو کہ جو کوئی راجہ اور رانی کو دوبارہ گرفتار کر کے لائے گا' مہا منتری کی طرف سے اسے بہت انعام اکرام دیا جائے گا۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ جنگل کا چپہ چپہ چھان ماریں اور سمندر کے کنارے ناکہ بندی کر دیں۔ راجہ اور رانی جہاں کہیں بھی ہوں انہیں گرفتار کر کے ہمارے حضور پیش کیا جائے"۔

"جو حکم سرکار"۔

ڈھول بجانے والے نے زور زور سے ڈھول بجایا۔ یہ ڈھول کچھ
اس طرح سے بجایا گیا تھا کہ دیکھتے دیکھتے وہاں کتنے سارے آدم خور
جمع ہو گئے۔ منتری نے ان کے سامنے ایک بار پھر اعلان کیا کہ راجہ
رانی قید سے بھاگ کر جزیرے میں کسی جگہ روپوش ہو گئے ہیں۔
انہیں فوراً تلاش کر کے لایا جائے۔ سب آدم خور جانوروں کی طرح
آوازیں نکالتے جنگل کی طرف دوڑ پڑے۔

جس درخت پر عنبر چھپا بیٹھا تھا۔ اس کے نیچے سے بھی آدمخوروں
کا جلوس گزرنے لگا۔ وہ سارے کے سارے جنگل میں پھیل گئے۔
عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ راجہ، رانی، بوریلا اور شکنتلا وغیرہ ایک
محفوظ جگہ پر چھپے ہوئے ہیں۔ نہیں تو ان کا پکڑا جانا یقینی تھا۔ اب وہ
انتظار کرنے لگا کہ آدم خور وہاں سے ہٹیں تو وہ نیچے اترے۔ آدم خور
بانس کے محل کے سامنے بھی پہرہ دینے لگے تھے۔ یہ پہریدار صرف

دو آدمی تھے۔ ڈھول والا بھی نیزہ تھام کر شور مچاتا ہوا جنگل کی طرف
بھاگ گیا تھا۔ ان آدم خوروں کی عورتیں بھی تیر کمان لے کر شور
مچاتیں راجہ رانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھیں۔

عنبر چاہتا تھا کہ کسی طرح محل میں داخل ہو کر منتری کو قابو کر لے وہ
سارے کے سارے جزیرے کے آدم خوروں سے مقابلہ کرنے کی
بجائے ان کے راجہ نمک حرام منتری کو قبضے میں لے کر ان پر اپنا اثر
ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ شام ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ
شام کا اندھیرا ہوتے ہی وہ کسی نہ کسی طرح پہریداروں کو دھوکا دے کر
منتری کے محل میں داخل ہو جائے گا۔ وہ خواہ مخواہ کسی انسان کا خون
نہیں بہانا چاہتا تھا۔ اس وقت دھوپ ڈھلنا شروع ہو گئی تھی۔ عنبر
خاموشی سے درخت کی شاخوں میں چھپ کر بیٹھا رہا۔

آہستہ آہستہ دھوپ ڈھل گئی۔ جنگل میں شام کے سائے پھیل

گئے۔ منتری کے محل کے باہر مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ کچھ عورتیں بھنی ہوئی مرغیاں اور پھل لے کر اندر داخل ہوئیں۔ عنبر سمجھ گیا کہ جزیرے کے راجہ منتری کا کھانا جا رہا ہے۔ وہ چپ چاپ درخت پر بیٹھا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی ہے۔ اور سوائے محل کے آگے پہرہ دیتے آدم خوروں کے وہاں اور کوئی نہیں تو وہ آہستہ سے درخت سے نیچے اتر آیا۔ زمین پر پاؤں رکھتے ہی اس نے جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو کر محل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

وہ محل کی پچھلی جانب سے اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔

بانس کے محل کے پیچھے بھی ایک آدم خور نیزہ ہاتھ میں لیے پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر کے لیے اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ وہ کسی طرح آدم خور کو قابو میں کرے چنانچہ وہ ایک جنگلی بلے کی طرح آدم خور کی

طرف بڑھنے لگا۔ آدم خور بڑی بے فکری سے محل کی پچھلی دیوار کے ساتھ ساتھ ٹہل رہا تھا۔ جب اس کی پیٹھ عنبر کی طرف ہوئی تو عنبر نے ایک جھپٹا مارا اور اچھل کر آدم خور کی گردن اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔ وہ آواز بھی پیدا نہ کر سکا اور عنبر کے بوجھ سے نیچے زمین پر گر پڑا۔ اس کے زمین پر گرنے کی آواز پیدا ہوئی۔

عنبر نے آدم خور کو گردن ہی سے پکڑ کر جنگل کی طرف کھینچ لیا محل کی کھڑکی میں روشنی ہو رہی تھی۔ ایک عورت نے کھڑکی میں سے جھانک کر باہر دیکھا اور پہرے دار کو آواز دی۔

’’جھالا‘ کہاں ہو تم جھالا؟‘‘

مگر جھالا کا تو عنبر نے کام تمام کر دیا تھا۔ عنبر نے صرف ایک کام اور کیا کہ آدم خور کا نیزہ اپنے ہاتھ میں لے کر سر پر اس کا تاج رکھ لیا۔ قمیض اتار کر پھینک دی اور ابھی جھاڑیوں میں ہی تھا کہ وہی عورت

پہرے دار کو آواز دیتی محل کی پچھلی کھڑکی سے باہر آ گئی۔ عنبر پریشان ہو گیا۔ اس عورت کی موت اسے عنبر کے پاس لا رہی تھی۔ لیکن عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عورت پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ آدم خور عورت نے جھاڑیوں کے پاس آ کر جھالا کو ایک بار پھر آواز دی۔ عنبر باہر نکل آیا۔ اس نے چہرہ چھپا رکھا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اپنا چہرہ عورت کی طرف نہیں کر رہا تھا۔ عورت نے پوچھا۔

''جھالا! تم اپنا چہرہ کیوں چھپا رہے ہو؟''

عنبر نے انہی کی زبان میں جواب دیا۔

''آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے''

عورت کو شک سا ہوا۔ اس نے قریب آ کر کہا۔

''جھالا! ذرا اپنا منہ تو اونچا کرو''

اب عنبر کو اپنا چہرہ اوپر کرنا پڑا۔ عورت ایک اجنبی شخص کو آدم

خوروں کے لباس میں دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اس نے شور مچانا چاہا ہی تھا کہ عنبر نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر اور نیزہ اس کی گردن پر رکھ کر کہا۔

''خبردار! اگر شور مچایا تو اسی وقت اسی جگہ تمہیں بھی جھالا کی طرح قتل کر کے پھینک دوں گا''۔

پھر عنبر نے اپنی قمیض پھاڑ کر عورت کے منہ میں ٹھونس کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ اب وہ نمک حرام منتری کے محل کی پچھلی کھڑکی کی طرف بڑھا کھڑکی کے اندر روشنی ہو رہی تھی۔ اس نے کونے میں ذرا سا سر اٹھا کر اندر دیکھا۔ موٹا کالا بھدا ہاتھی نما منتری اپنی بیگموں اور آدم خور ساتھی کے ہمراہ زمین پر بیٹھا جانوروں کی طرح بطخ اور مرغ کا گوشت کھا رہا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ وہ کس طرف سے اندر داخل ہو کہ اسے خبر نہ ہو۔ مگر اب وہاں زیادہ سوچ بچار کا وقت نہیں تھا۔ ایک غلطی عنبر سے یہ ہو گئی کہ اس کے

باتھ کا نیزہ کھڑکی کے بانس سے ٹکرا گیا۔ منتری کے ساتھی نے آواز لگائی۔

"کون ہے باہر؟ جھالا' تم کہاں ہو؟"

باہر خاموشی طاری رہی۔ اب منتری کے ساتھی کو شک سا ہوا وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا اور جھک کر باہر دیکھنے لگا۔ جوں ہی اس نے جھک کر باہر دیکھا اس کی آنکھیں عنبر سے چار ہو گئیں۔ وہ تو حیران ہو کر رہ گیا کہ یہ شخص یہاں کیسے آ گیا۔ اس نے ایک زور سے چیخ ماری۔ اس کے ساتھ ہی عنبر نے نیزہ اس کے دل میں اتار دیا۔ وہ لڑکھڑا کر کھڑکی سے باہر گر پڑا۔ منتری اور دوسرے آدم خور اٹھ کر باہر کو بھاگے۔ عنبر کھڑکی میں سے کود کر اندر آ گیا۔۔۔ منتری نے چیخ کر کہا۔

"اسے زندہ پکڑ لو۔ یہی ہمارا دشمن ہے"۔

چھ سات آدم خور عنبر کی طرف بڑھے۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ جوں ہی آدم خور اس کی طرف بڑھے اس نے آگے لپک کر ایک آدم خور کے ہاتھ سے نیزہ چھین لیا۔ اس نے نیزے سے دوسرے آدم خور پر حملہ کیا وہ تڑپ کر گر پڑا۔ منتری نے کہا۔

"اسے زخمی کر دو"۔

پانچوں آدم خور عنبر پر ٹوٹ پڑے اور اس کی ٹانگوں پر نیزے چلانے لگے۔ مگر عنبر کو بھلا کہاں اور کیسے زخم لگ سکتا تھا۔ لیکن اب عنبر ان کے قابو میں آ گیا تھا۔ انہوں نے فوراً اسے بانس کی رسی میں جکڑ کر منتری کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ منتری کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ کھانا پینا چھوڑ کر عنبر کے قریب آیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غرایا۔

"بدبخت نوجوان تم کون ہو؟ یہاں یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

عنبر مسکرا رہا تھا' بولا۔

"اے نمک حرام ظالم منتری' میں اس جزیرے پر تمہاری موت بن کر آیا ہوں۔ اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو اس جزیرے کے اصلی اور خاندانی راجہ سے سب کے سامنے معافی مانگو اور جزیرے کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ نہیں تو موت تمہارے سر کے اوپر لٹک رہی ہے"۔

منتری غصے سے تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ جزیرے کا مالک تھا۔ جزیرے کا راجہ تھا اور ایک نوجوان لڑکا سب عورتوں اور آدم خوروں کے سامنے اس کی بے عزتی کر رہا تھا۔ اس نے پوری طاقت سے عنبر کے منہ پر مکا مارا۔ عنبر کو کچھ نہ ہوا۔ ہاں منتری کو یوں لگا جیسے اس نے کسی پتھر پر ہاتھ مار دیا ہو۔ اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ وہ ہاتھ کو ملتے ہوئے بولا۔

"تمہاری موت تمہیں اس جزیرے میں لے آئی ہے۔ غلامو' لے جاؤ اس گستاخ باغی کو یہاں سے۔ کل صبح اسے سب کے سامنے اژدہا سے کٹوا کر مروا دیا جائے گا"۔

آدم خور جکڑے ہوئے عنبر کو لے گئے۔

"یہ کوئی عجیب قسم کا نوجوان لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں مجھے ایک خاص کشش دکھائی دی ہے۔ کہیں یہ کوئی جادوگر تو نہیں ہے؟"

اس کا ساتھی سر جھکا کر کہنے لگا۔

"سرکار آپ سے بڑھ کر اس جزیرے میں اور کون بڑا جادوگر ہو سکتا ہے۔ آپ اس جزیرے کے مالک ہیں۔ آپ اس جزیرے کے سب سے بڑے جادوگر ہیں بھلا آپ کا مقابلہ یہ دبلا پتلا باغی نوجوان کر سکتا ہے؟"

منتری کچھ پریشان سا تھا اور اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"لیکن میرا ہاتھ اس کے چہرے پر پڑا تو یوں لگا تھا کہ میں نے کسی چٹان پر مکا مارا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟"

ساتھی نے کہا

"جناب یہ آپ کا وہم ہے۔اس نوجوان کا جبڑا مضبوط ہوگا۔کل اس کی ساری طاقت نکال دی جائے گی۔اسے اس جزیرے کے سب سے زہریلے سانپ سے کٹوایا جائے گا۔وہ ایک ہی پل میں پانی بن کر پگھل جائے گا"۔

منتری اپنے ساتھی کی باتوں میں آ گیا۔بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں اس جزیرے کا سب سے بڑا جادوگر ہوں۔میں جزیرے کا راجہ ہوں۔سب سے بڑا دیوتا ہوں۔میرا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔میں کل اسی باغی نوجوان کو اپنے سامنے سانپ کے آگے ڈالوں گا۔لیکن یہ کہاں سے آیا ہے؟"

ساتھی نے کہا۔

"میرا خیال ہے۔یہی وہ نوجوان ہے۔جس نے راجہ رانی کو بھاگنے میں مدد دی ہے۔یہ اس جزیرے کا آدمی نہیں ہے۔اسے ضرور معلوم ہوگا کہ راجہ رانی کہاں چھپے ہوئے ہیں"۔

نمک حرام منتری کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔یہی وہ نوجوان ہے۔جس نے میرے دشمن کو فرار کروادیا ہے۔اسے ضرور معلوم ہے کہ راجہ کہاں چھپا ہوا ہے۔میں کل اس سے یہ راز اگلوا کر رہوں گا۔وہ میری اذیت کو برداشت نہ کرسکے گا"۔

"کل صبح آپ کا دشمن راجہ آپ کے قدموں میں ہوگا"۔

عنبر کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر بانس کا چھاپہ رکھ دیا گیا۔یہ گڑھا زمین کھود کر بنایا گیا تھا اور پانچ چھ فٹ گہرا تھا۔عنبر چپ چاپ

ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پیچھے باندھے گئے تھے۔ اس نے سلامبو کی لاش سے مدد لینی چاہی۔ مگر پھر سوچا کہ ایسا کون سی مشکل پڑ گئی ہے جو وہ سلامبو کا احسان لے۔ خدا نے چاہا تو وہ اکیلا ہی مقابلہ کر کے کامیاب ہو گا۔

☆

آتشی اژدھا

راجہ رانی، شکنتلا اور ربوریلا کو بڑا فکر لگا۔

رات ہو چکی تھی اور عنبر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ انہوں نے چٹان کے اوپر سے کئی بار آدم خوروں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ منتری کے آدمی راجہ رانی کی تلاش میں بھاگ دوڑ رہے ہیں۔ شکنتلا کو سب سے زیادہ عنبر کی فکر لگی تھی، حالانکہ اسے سب سے زیادہ معلوم تھا کہ عنبر کو کوئی بھی شخص مار نہیں سکتا۔ پھر بھی ایک بہن اپنے بھائی کے لیے ضرور پریشان ہوتی ہے۔ راجہ نے شکنتلا سے کہا۔

"بیٹی مجھے افسوس ہے کہ صرف ہماری وجہ سے تمہارے بھائی کو

اپنی جان خطرے میں ڈالنی پڑی"۔

رانی نے کہا۔

"کاش، ہمارا بچہ ہمیں پہلے ہی مل جاتا اور ہم تمہارے بھائی کو تکلیف دیے بغیر اس جزیرے سے کسی دوسری زمین کی طرف نکل جاتے"۔

شگنتالا نے کہا۔

"رانی جی، میرے بھائی نے جو کچھ کیا یہ اس کا انسانی فرض تھا۔ وہ ایک بہادر، دلیر اور انسانوں سے پیار کرنے والا انسان ہے، کسی کو کسی تکلیف میں دیکھ کر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی مدد نہ کرے آپ فکر نہ کریں۔ وہ بہت جلد کامیاب ہو کر واپس آ جائے گا"۔

بوریلا بولا۔

"عنبر کبھی کسی کے آگے شکست نہیں کھائے گا پتا جی۔ وہ ایک

بہت طاقت ور انسان ہے۔ میں نے اسے اکیلا چھ چھ آدمیوں کا مقابلہ کرتے دیکھا ہے"۔

راجہ نے کہا۔

"لیکن اس نے اتنی دیر کہاں لگا دی؟ کہیں وہ بے چارا کسی انوکھی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ رات ہو گئی ہے وہ دوپہر کا نکلا ہوا ہے۔ اب تک اسے واپس آ جانا چاہیے تھا"۔

بوریلا نے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں باہر جا کر اپنے بھائی کو تلاش کرتا ہوں"۔

شگنتالا نے فوراً کہا۔

"خبردار، بھائی عنبر نے سختی سے منع کیا تھا کہ اس تہہ خانے میں سے ہرگز ہرگز کوئی شخص باہر نہ نکلے۔ ہمیں بھائی کے کہنے پر

حالت میں عمل کرنا چاہیے۔ عنبر تو مصیبت کو سنبھال سکتا ہے لیکن ہم
میں سے کوئی آدم خوروں کے ہتھے چڑھ گیا تو پھر زندہ بچ کر نکلنا مشکل
ہو جائے گا بہتر یہی ہے کہ ہم اسی تہہ خانے میں بیٹھ کر اس کا انتظار
کریں وہ جہاں کہیں بھی ہوگا کچھ نہ کچھ ضرور کر رہا ہوگا''۔

اب ذرا عنبر کی بھی سنیں۔

وہ زمین کے اندر کھدے ہوئے گڑھے میں خاموشی سے دیوار
کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ کل جب صبح ہو گی تو
اس جزیرے کے سب سے زہریلے سانپ سے ڈسوایا جائے گا۔ وہ
مرے گا نہیں۔ سب لوگ پریشان ہو جائیں گے۔ نمک حرام منتری
اس پر اپنا جادو کرے گا۔ جادو کا بھی اثر نہیں ہوگا۔ وہ بے بس ہو
جائے گا اور پھر عنبر اسے اپنے قابو میں کر کے اصلی راجہ کو جزیرے پر
واپس لانے کا اعلان کر دے گا۔

اسے نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔ وہ صبح ہونے کا بے تابی سے
انتظار کر رہا تھا۔ اس کے اوپر بانس کی چھت پڑی تھی جس میں سے
آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے نظر آ رہے تھے۔ آخر خدا اکر کے صبح
ہوئی۔ دن کا اجالا چاروں طرف پھیل گیا۔ وہ اوپر تک رہا تھا کہ آدم
خوروں نے آ کر گڑھے کے اوپر سے بانس کی چھت اٹھائی اور عنبر کو
رسے کی مدد سے باہر کھینچ لیا۔ ایک آدم خور نے عنبر کے گلے میں رسی
ڈال کر کہا۔

''چلو بد نصیب باغی' تمہاری موت محل کے باہر منہ کھولے کھڑی
تمہاری راہ دیکھ رہی ہے''۔

عنبر نے ہنس کر آدم خور سے کہا۔

''کیا وہاں سانپ میرا انتظار کر رہا ہے؟''

آدم خور بولا۔

''سانپ نہیں۔ اژدہا کہو اژدہا۔ جزیرے کا سب سے زہریلا اژدہا جس کے سانس کے ساتھ باہر چنگاریاں پھوٹتی ہیں جو پھونک مار کر درختوں میں آگ لگا دیتا ہے''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''اگر یہ اژدہا تمہیں ڈس دے تو کیسا ہوگا؟''

آدم خور نے طیش میں آ کر عنبر کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ مگر طمانچہ مارتے ہی وہ ہاتھ کو کھینچ کر دبانے لگا۔ اس کے ہاتھ کو سخت چوٹ لگی تھی۔ وہ بڑا حیران سا ہو گیا کہ عنبر کا چہرہ پتھر کا بنا ہوا ہے؟

آدم خور عنبر کو رسیوں میں جکڑ کر نمک حرام موٹے منتری کے محل کے سامنے لے آئے۔ یہاں منتری دوسری جادوگر ساتھیوں کے ہمراہ ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ یہ تخت ایک چبوترے پر رکھا تھا سامنے ایک دائرے کی شکل میں جزیرے کے سارے آدم خور مرد عورتیں

اور بچے جمع تھے۔ یہ لوگ ایک اجنبی باغی کو سانپ سے ڈسوانے کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔ عنبر کو لا کر چبوترے کے آگے ڈال دیا گیا۔

منتری نے کہا۔

''اس باغی کو زمین میں ایک موٹا سا بانس گاڑ کر اس کے ساتھ باندھ دیا جائے''۔

فوراً زمین میں ایک موٹا سا بانس گاڑ دیا گیا۔ اس کے ساتھ عنبر کو پیچھے ہاتھ کر کے باندھ ڈالا گیا۔ عنبر کے چہرے پر ذرا سی بھی پریشانی نہیں تھی۔ بلکہ وہ ہولے ہولے مسکرا رہا تھا۔ یہ بات جزیرے کے سارے لوگوں اور منتری کے ساتھی جادوگروں کے لیے بھی کچھ عجیب سی تھی۔ جو موت کے منہ میں جا کر بھی مسکرا رہا ہو۔ اسے وہ یا تو بہادری سمجھ رہے تھے اور یا یہ خیال کر رہے تھے کہ عنبر کے پاس کوئی خاص جادو ہے۔ منتری کا بھی یہی خیال تھا۔ اس نے اپنے ساتھی

جادوگر سے جھک کر کہا۔

"یہ کم بخت موت کو سامنے دیکھ کر بھی مسکرا کیوں رہا ہے؟ ضرور اس کے پاس کوئی بہت بڑا جادو ہے"۔

منتری کے ساتھی جادوگر نے سر کو جھٹک کر کہا۔

"مہا منتری جی' آپ بچوں ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بے چارہ بھول میں ہے۔ اس کا خیال ہے کہ شاید اس کی جان بخش دی جائے گی۔ بھلا اتنا چھوٹا سا نوجوان اتنا بڑا جادوگر کیسے ہو سکتا ہے؟ جادوگر بننے کے لیے تو ایک عمر چاہیے"۔

ساتھی جادوگر یہ کہہ کر چبوترے پر سے نیچے آ گیا۔

عنبر کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"بولو ہمارا دشمن راجہ اور رانی کہاں ہیں؟"

عنبر نے کہا۔

"میں نے انہیں اسی جزیرے میں ایک خاص جگہ پر چھپا رکھا ہے"۔

منتری نے گرج کر پوچھا۔

"کہاں ہے وہ جگہ۔ جلدی بتاؤ؟"

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"بھلا میں تم لوگوں کو کیسے بتا سکتا ہوں کہ راجہ رانی کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ تم مکار اور دغا باز ہو۔ تم انہیں نکال کر قتل کر دو گے اور میں تمہیں قتل کر کے انہیں دوبارہ تخت پر بٹھانا چاہتا ہوں"۔

منتری نے غصے میں کہا۔

"میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔ میں تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کروا کر جنگلی گدھوں کو کھلوا دوں گا"۔

عنبر نے پہلی بار ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"نمک حرام مکار منتری' تو کیا ہے۔ اگر تمہارے جزیرے کے سارے آدم خور بھی مل کر چاہیں تو میرے جسم کا ایک معمولی سا ناخن بھی الگ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر میں چاہوں تو ایک ایک کر کے تم سبھوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ میں اب بھی تمہیں کہتا ہوں کہ خون خرابہ نہ کراؤ۔ چپکے سے تخت چھوڑ کر یہاں سے دفع ہو جاؤ تاکہ اصلی راجہ اپنے تخت پر آ کر بیٹھ جائے"۔

جادوگر نے چیخ کر کہا۔

"خاموش بدزبان' ابھی تمہیں اس گستاخی کی سزا مل جاتی ہے۔ بول' کیا تو نہیں بتائے گا کہ ہمارا دشمن راجہ اور رانی کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

عنبر نے ڈٹ کر کہا۔

"کبھی نہیں بتاؤں گا"

جادوگر گرجا۔

"تم اپنی موت کو آوازیں دے رہے ہو"

عنبر نے چہرہ اوپر اٹھا کر کہا۔

"سن اے احمق جادوگر' میرے سامنے تمہارا اور تمہارے نمک حرام منتری کا جادو کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ تم اپنا بڑے سے بڑا منتر مجھ پر پھونک کر دیکھ لو۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس لیے کہ میں تم سے بڑا جادوگر ہوں۔ میرے پاس ایک ایسا زبردست جادو ہے جو تمہارے سارے جادو کو ہڑپ کر جائے گا"۔

منتری نے بلند آواز میں ڈانٹ کر کہا۔

"خاموش بدزبان، ابھی جزیرے کے سب سے زہریلے سانپ کا زہر تمہارے جسم میں داخل ہو کر تمہیں بھسم کر کے رکھ دے گا۔ دیکھتا

ہوں تمہارا جادو تمہیں کیسے بچاتا ہے؟“

عنبر نے کہا۔

”تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ تمہارا ہر جادو مجھ پر بے اثر ہو گا۔ تم اور تمہارا زہریلا سانپ مجھے مار نہیں سکے گا۔ اس لیے کہ میں مر نہیں سکتا۔ تم سب مر جاؤ گے۔ لیکن میں زندہ رہوں گا اور اگر چاہوں تو تم سب کو مار سکتا ہوں“۔

جادوگر نے چیخ کر کہا۔

”اژدہا لایا جائے“۔

اسی وقت ایک آدم خور ایک بہت بڑا بانس کا ٹوکرا لے آیا۔ ٹوکرے کو اس نے عنبر کے آگے رکھ کر اس کا ڈھکنا اٹھا کر پرے پھینک دیا۔ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ٹوکرے میں سے سبز اور سیاہ رنگ کا ایک بہت بڑا سانپ یعنی اژدہا پھنکارتا ہوا باہر

نکلا۔ اس نے پھونک ماری اور بانس کے ٹوکرے کے ڈھکن کو آگ لگ گئی۔ وہاں کھڑا ہر کوئی خوف زدہ تھا۔ مگر عنبر بے فکری کے ساتھ بانس سے بندھا مسکرا رہا تھا۔

اژدہا نے عنبر کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ وہ عنبر کے بالکل قریب آ گیا۔ اس نے اپنا پھوے جیسا منہ اٹھا کر عنبر کی طرف لال لال انگارہ سی آنکھوں سے دیکھا۔ عنبر نے بھی اپنی آنکھیں اژدہا کی آنکھوں میں ڈال دیں۔

اژدہا نے زور سے ایک پھونک ماری۔ اس کے منہ سے شرارے سے نکل کر عنبر کے چہرے پر پڑے مگر عنبر کو کچھ نہ ہوا۔ وہ اسی طرح مسکراتا رہا۔ اژدہا نے آگے بڑھ کر عنبر کی گردن پر ڈسنا چاہا ہی تھا کہ عنبر نے سانپ سے کہا۔

”سن اے بے وقوف سانپ، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس

ناگ کا بھائی ہوں جو تم سب سانپوں کا سرتاج ہے اور جو سانپ سے جون بدل کر انسان کی شکل میں میرے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے"۔

سانپ نے یہ سنا تو ایک دم ڈر کر پیچھے ہٹ گیا اور چپکے سے زمین پر سمٹ کر بیٹھ گیا۔

عنبر نے مسکرا کر منتری سے کہا۔

"اے منتری' اپنے اژدہا سے پوچھو کہ وہ مجھے ڈستا کیوں نہیں ہے؟ وہ میری زبان سے دو باتیں سن کر جھاگ کی طرح کیوں بیٹھ گیا ہے؟"

سارے لوگ حیران تھے کہ اژدہا کو کیا ہو گیا ہے۔ منتری نے حالات بگڑتے دیکھ کر جادوگر کو اشارہ کیا کہ وہ اپنے جادو سے عنبر کو ہلاک کر دے۔ جادوگر نے جیب میں سے ایک کنکر نکال کر اس پر کچھ پڑھا۔ اور زور سے عنبر پر دے مارا۔ کنکر عنبر کے چہرے سے ٹکراتے

ہی بجلی کی کڑک بن کر عنبر پر گرا۔

ایک دھماکہ ہوا۔ ایک غبار بلند ہوا۔ ایک شعلہ چمکا۔ لوگوں نے یہی سمجھا کہ عنبر کی ہڈیاں بھی جل کر بھسم ہو گئی ہوں گی۔ لیکن سب یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ عنبر اسی طرح مسکرا رہا تھا۔ اس نے جادوگر سے کہا۔

"خبیث جادوگر' تو نے جو جو منتر پھونکنا ہے پھونک لے جو جو جادو کرنا ہے کر لے' تاکہ تجھے حسرت باقی نہ رہے۔ کیونکہ جس وقت میں نے اپنا منتر پھونکا پھر تم کہیں نظر نہیں آؤ گے"۔

جادوگر ذرا گھبرایا۔ مگر منتری کا حوصلہ پا کر اس نے عنبر پر دوسرا منتر پھونکا۔ اس کا بھی عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب عنبر نے آنکھیں بند کر کے سلامیوں کی لاش کو یاد کیا اور پھر زور سے پھونک ماری۔ عنبر کے منہ سے ایک شعلہ نکلا جس نے پگھلے ہوئے لاوے کی طرح جادوگر پر گر کر

اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ جادوگر کی جگہ زمین پر راکھ پڑی تھی۔

سارے آدم خور دہشت زدہ ہو گئے۔

عنبر رسی توڑ کر آزاد ہو گیا۔ منتری نے چیخ کر حکم دیا۔

"اس جادوگر نوجوان کو نیزوں سے چھلنی کر دو"

ایک ہی وقت میں بے شمار آدم خوروں نے اپنے اپنے نیزے عنبر پر پھینکے۔ مگر اب عنبر پوری طرح تیار تھا۔ اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ سارے نیزے واپس پلٹ کر آدم خوروں کے سروں پر یوں لٹکنے لگے کہ جیسے ابھی گر کر ان کی کھوپڑیاں توڑ دیں گے۔ آدم خور ڈر کر بھاگنے لگے۔ وہ جدھر بھاگتے نیزے ان کے ساتھ ساتھ جاتے۔ عنبر نے کہا۔

"اب بتاؤ کہاں گیا تمہارا جادو؟ نمک حرام منتری اب تو اپنے ظلم کا مزہ چکھنے کے لیے تیار ہو جا"۔

عنبر نے زمین پر بیٹھے ہوئے سانپ سے کہا۔

"اے اژدہا' ناگ دیوتا کے حکم سے اٹھ اور اس جزیرے کے ظالم منتری کو ڈس کر ہلاک کر دے"۔

عنبر کا حکم سنتے ہی ناگ بجلی ایسی تیزی کے ساتھ اٹھا اور پھنکارتا ہوا چبوترے پر پہنچ گیا۔ منتری نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی مگر اژدہا نے اسے گردن سے دبوچ لیا۔ منتری گر پڑا۔ اژدہا نے پھونک ماری اور منتری کے جسم میں آگ لگ گئی۔ وہ درد سے تڑپنے اور چلانے لگا۔ مگر اژدہا نے ایک اور پھونک مار کر اسے جلا کر راکھ کر ڈالا۔

عنبر چبوترے پر آ کر تخت کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آدم خوروں کو بتایا کہ وہ سمندر کے تمام جزیروں کا دیوتا ہے اور انسان کے بھیس میں یہاں کے حالات معلوم کرنے آیا تھا۔ نمک حرام منتری نے غداری کر کے یہاں کے نیک دل راجہ اور رانی کو قید کر کے خود

حکومت سنبھال لی تھی۔ اب وہ مر گیا ہے۔ یہ تخت دوبارہ اس کے راجہ کو
دیا جائے گا۔ آدم خور عنبر کو سچ مچ دیوتا سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے عنبر
اور راجہ رانی کے حق میں زور زور سے نعرے لگائے۔

عنبر نے آدم خوروں کو ساتھ لیا اور راجہ رانی کی طرف چل پڑا۔

☆

خونی بلا آ گئی

راجہ رانی، شگفتا اور بوریلا نے آدم خوروں کی آوازیں سنیں۔
وہ ڈر گئے۔ ان کا خیال تھا کہ آدم خوروں نے عنبر کو قتل کر دیا ہے
اور اب وہ راجہ رانی اور اس کے بیٹے بوریلا کو گرفتار کرنے آ رہے
ہیں۔ شگفتا بے چاری بڑی ڈرپوک تھی۔ اس کا تو رنگ زرد ہو گیا۔
بوریلا بھی گھبرا گیا۔ رانی کا خون خشک ہو گیا۔ کیونکہ وہ آدم خوروں کی
خصلت کو جانتی تھی۔ راجہ نے ان سب کو تسلی دی اور کہا کہ اگر آدم خور
بری نیت سے آئے ہیں تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ اول تو وہ تہہ
خانے کے اندر داخل نہ ہو سکیں گے جو کوئی اندر آئے گا اسے نیزے
مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس کے باوجود خود راجہ بھی گھبرا گیا تھا۔

اس جزیرے پر آدم خوروں سے بچنے کی کوئی پناہ گاہ نہیں تھی۔ ایک بار وہ تہہ خانے میں داخل ہو گئے تو پھر ان لوگوں میں سے کسی ایک کا بھی زندہ رہنا محال ہے۔

اتنے میں انہیں عنبر کی آواز سنائی دی۔

"شگفتہ! گھبراؤ نہیں۔ میں آ گیا ہوں"

عنبر کی آواز سن کر سب کی جان میں جان آئی۔ آدم خور باہر اپنے راجہ اور رانی کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے۔ عنبر تہہ خانے کے اندر آ گیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اس نے آتے ہی راجہ سے کہا۔

"مبارک ہو اے نیک دل راجہ! ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ نمک حرام منتری اور ان کے ساتھیوں کی لاشیں میدان میں پڑی ہیں۔ جزیرے پر آپ کی حکمرانی بحال ہو گئی ہے۔ جزیرے کے

باہر عوام آپ کے حق میں نعرے لگا رہے ہیں۔ آپ اور رانی صاحبہ باہر آئیے۔ لوگ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہیں"۔

خوشی سے راجہ نے عنبر کو سینے سے لگا لیا۔ رانی کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔ بوریلا نے بھی عنبر کے ہاتھ پکڑ کر چوم لیے۔ شگفتہ نے اپنے بھائی کو زندہ سلامت دیکھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔ راجہ نے کہا۔

"بیٹا عنبر! دیوتا تمہیں اس نیکی کا بدلہ دیں گے۔ تم نے میرے خاندان کو تباہی سے بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں اور میری آنیوالی نسلیں تمہارے احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں گی"۔

عنبر نے کہا۔

"میں نے حق دار کو اس کا حق پہنچایا ہے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔ اب آپ باہر تشریف لے چلیں"۔

جوں ہی لوگوں نے راجہ اور رانی کو تہہ خانے سے باہر آتے دیکھا۔انہوں نے اچھل اچھل کر نیزے لہرا لہرا کر راجہ اور رانی کے حق میں نعرے لگائے۔عورتیں گیت گانے لگیں۔بچے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔انہوں نے راجہ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور ایک جلوس بنا کر اسے بانس کے شاہی محل میں لے آئے۔اس سے اگلے روز راجہ نے اپنے بیٹے بوریلا کو تخت پر بٹھا دیا۔اس کی تاج پوشی کی رسم بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔جزیرے کے لوگوں میں مٹھائی اور پھل بانٹے گئے۔عنبر نے بھرے دربار میں اعلان کیا۔

"آج سے اس جزیرے پر کوئی شخص آدم خور نہیں ہوگا۔کوئی انسان اپنے دوسرے بھائی کو مردہ گوشت نہیں کھائے گا۔ہر کوئی انسان ایک دوسرے سے پیار کرے گا۔ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئے گا۔اگر کسی شخص نے آدم خوری کی تو دیوتا اس کے گھر بار

کو اس کے بیوی بچوں کو تباہ و برباد کر دیں گے۔آج سے تم سب لوگوں کو میرے اور اپنے راجہ کے سامنے دیوتاؤں کی قسم کھانی ہوگی کہ اس جزیرے پر کسی انسان کو مار کر ہڑپ نہیں کیا جائے گا۔

تمام کے تمام آدم خوروں نے نیزے اوپر اٹھا کر قسم کھائی کہ وہ آئندہ سے آدم خوری نہیں کریں گے۔اور محنت' دیانت داری اور انسان دوستی کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔تاجپوشی کی رسم چھ روز تک جاری رہی۔عنبر اور شگفتہ کو راجہ نے ایک شاندار بانس کی جھونپڑی دے رکھی تھی جس میں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔شگفتہ اب وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔عنبر بھی جانے کے لیے بے تاب تھا۔وہاں ان کا اب کوئی کام نہیں رہا تھا۔

انہوں نے ایک روز راجہ سے بات کی تو راجہ نے کہا۔

"میرے بیٹے اگر تم لوگوں کو پہلے ہندوستان جانا ہے تو ہندوستان

یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اگر تم لوگ اس جزیرے سے صبح کے
وقت کشتی میں سوار ہو کر چلو تو دوسرے روز صبح تم ہندوستان کے ساحل
پر پہنچ جاؤ گے۔ میں خود تمہیں بڑی شان سے یہاں سے رخصت
کروں گا۔ مگر بیٹے ابھی تمہیں ایک کام کے بارے میں مجھے مشورہ
دینا ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"وہ کون سا کام ہے مہاراج؟"

راجہ نے کہا۔

"تم تو جانتے ہی ہو کہ اس جزیرے پر ہر ماہ کی چاند کی پندرہ
تاریخ کو ایک خوف ناک سمندری بلا نازل ہوتی ہے اور قربانی کے
لیے ایک نوجوان لڑکی کو اٹھا کر لے جاتی ہے۔ یہ قربانی ہمیں ضرور
کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اگر ہم جزیرے کی کوئی جوان لڑکی اس

سمندری بلا کو بھینٹ نہ کریں تو وہ ہمارے جزیرے کو تباہ و برباد کر
دے گی۔

میں چاہتا ہوں کہ تم اس بارے میں مجھے مشورہ دو کہ میں کیا
کروں؟ کیونکہ میں یہ رسم ۔۔۔۔ یہ ظالمانہ رسم ہمیشہ کے لیے
جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو
سکتا جب تک کہ میرے پیچھے کوئی طاقت ور ہاتھ نہ ہو۔ کیا تم اس
بارے میں میری کچھ مدد کرو گے؟ کیا تم جزیرے کی بے گناہ لڑکیوں کو
سمندری بلا سے بچا سکو گے؟"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ اس کا جزیرے سے واپس جانا بھی بہت
ضروری تھا اور جزیرے کی بے گناہ لڑکیوں کو سمندری بلا سے بچانا بھی
ضروری تھا۔ اس نے راجہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مہاراج' اگرچہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں یہاں رہ

کر سمندری بلا کا انتظار کروں۔ لیکن آپ اور آپ کے جزیرے کی
بے گناہ معصوم بچیوں کی زندگی کی خاطر میں یہاں رہ کر سمندری بلا کا
مقابلہ کرنے پر تیار ہوں“۔

راجہ نے خوش ہو کر عنبر کا ماتھا چوم لیا۔

”شاباش میرے بہادر بچے‘ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ تم نے آج
جزیرے کی ہزاروں بے گناہ بچیوں کو موت کے گھاٹ اترنے سے بچا
لیا“۔

عنبر نے کہا۔

”لیکن راجہ کیا یہاں کے لوگ سمندری بلا سے مقابلہ کرنا گوارا کر
لیں گے۔ کیا وہ دیوتاؤں کو ناراض کرنا قبول کر لیں گے؟“

راجہ نے کہا۔

”میرے بچے جزیرے کا کوئی آدمی ایسا نہیں جس نے اپنے گھر

کی کوئی نہ کوئی بچی اس خوفناک بلا پر قربان نہ کی ہو۔ جزیرے کا ہر
آدمی اس بلا کے خلاف ہے اور اس کا جانی دشمن ہے۔ وہ سمندری بلا کو
خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ
بلا اتنی بڑی اور اتنی طاقتور ہے کہ سوائے تمہارے ہر کوئی اس سے
خوف کھاتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بدبخت خونی بلا تمہارے ہی
ہاتھوں مرے گی“۔

عنبر کہنے لگا۔

”ٹھیک ہے مہاراج‘ میں تیار ہوں“۔

عنبر نے جھونپڑے میں آ کر شکنتلا کو ساری بات بیان کر دی۔

شکنتلا اداس ہو گئی۔ ایک تو اس لیے کہ گھر جانے میں رکاوٹ پیدا ہو
گئی تھی اور دوسرے یہ کہ اسے خطرہ تھا کہ اتنی بڑی سمندری بلا کہیں
عنبر کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"عنبر بھائی' سمندری بلا بڑی طاقت ور ہے۔ وہ بہت بڑی ہے۔ بھگوان نہ کرے کہ تم پر اس کا وار چل جائے۔ کیا تم اس بلا کو ختم کر سکو گے عنبر بھائی؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شگفتا! دنیا کا کوئی بھی جانور' کوئی ایسا درندہ اور کوئی ایسی بلا نہیں جس کا مقابلہ میں نہ کر سکوں اور جسے میں ہلاک نہ کر سکوں۔ تم اپنی آنکھوں سے سمندری بلا کو میرے ہاتھوں ہلاک ہوتے دیکھ لو گی"۔

شگفتا نے کہا۔

"میرے پیارے بھائی' میرا دل ڈرتا ہے"۔

عنبر بولا۔

"تمہیں اپنے دل کو مضبوط کرنا ہوگا شگفتا' میں سمندری بلا کو ہلاک کیے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتا۔ اس بلا نے سینکڑوں معصوم بچیوں کو ہلاک کیا ہے اور اگر میں اسے مارے بغیر چلا گیا تو نہ جانے ابھی کتنی اور لڑکیوں کو ہڑپ کر جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ جزیرے کے لوگوں کو' جزیرے کی معصوم لڑکیوں کو اس خونی بلا سے نجات دلائی جائے"۔

شگفتا آخر راضی ہوتے ہوئے بولی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو عنبر بھائی' میں اس معاملے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بے شک میں سمندری بلا کے مارے جانے تک تمہارے ساتھ اسی جزیرے میں رہوں گی"۔

سارے جزیرے میں یہ خبر عام ہوگئی کہ عنبر سمندری بلا کا مقابلہ کرے گا۔ کچھ لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کچھ غمگین ہو گئے کہ کہیں عنبر بلا کے ہاتھوں مارا نہ جائے۔ جس بوڑھے ماہی گیر باپ کی بیٹی کو اس دفعہ قربان کیا جا رہا تھا۔ اس نے یہ خوش خبری سنی تو سجدے میں

گر کر دیوتاؤں سے عنبر کی سلامتی اور سمندری بلا کی موت کی دعائیں
مانگنے لگا۔ قربان ہونے والی لڑکی بے چاری غم کے مارے پہلے ہی
سوکھ گئی تھی۔ اب اس نے یہ خوشخبری سنی تو وہ بھی آنکھیں بند کر کے
دیوتاؤں سے دعائیں مانگنے لگی۔

چاند کی پندرھویں تاریخ کو سمندری بلا پانی میں نکلا کرتی تھی۔
جزیرے میں چاند کی پندرھویں تاریخ کا بڑی بے تابی سے انتظار کیا
جانے لگا۔ چاند ہر رات آسمان پر تھوڑا سا بڑھ جاتا تھا۔ آخر بارھویں
رات اور پھر تیرھویں رات آ گئی۔ سمندر کے کنارے جہاں بلا پانی
میں سے نکلا کرتی تھی بانس کا ایک چبوترہ بنا دیا گیا۔ اس چبوترے پر
سرخ کپڑے پہنا کر قربان ہونے والی لڑکی کو بٹھا دیا جاتا تھا۔
چبوترے کے بانس پر رنگ برنگ پھول چڑھا دیے گئے۔
چاند کی پندرھویں رات بھی آ گئی۔ ہر طرف بڑا زبردست جوش

پایا جاتا تھا۔ لوگ پریشان بھی تھے۔ اور خوش بھی۔ پریشان اس لیے
تھے کہ کہیں ان کے جزیرے پر کوئی آفت نازل نہ ہو جائے۔ خوش
اس لیے تھے کہ سمندری بلا کے خون خرابے سے انہیں ہمیشہ کے لیے
نجات مل جائے گی۔ عنبر نے جزیرے میں راجہ کے ذریعے اعلان کروا
دیا تھا کہ رات کو سب لوگ سمندر کے کنارے جمع ہو جائیں اور اپنی
آنکھوں سے سمندری بلا کی موت کا تماشہ دیکھیں۔ چاند آسمان پر
پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جزیرے کے سارے مرد،
عورتیں اور بچے سمندر کنارے پہنچ گئے تھے۔

عنبر نے چبوترے پر کھڑے ہو کر کہا۔

"سنو اے جزیرے کے رہنے والو! تم نے ایک مدت تک اس
خونی بلا کے ظلم و ستم سہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس قاتل سے
اپنے بچوں کی موت کا بدلہ لو۔ یاد رکھو یہ بلا محض ایک آدم خور بلا ہے۔

اس کا دیوتاؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ وہ میرے ہاتھوں مر جائے گی۔ اگر یہ دیوی ہوتی تو کبھی نہ مرتی۔ میں دیوتا ہوں۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نہیں مرتا۔ نہ مجھ پر نیزہ اثر کرتا ہے اور نہ سانپ کا زہر اثر کرتا۔ اس لیے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تمہیں سچ کہہ رہا ہوں۔ سمندری بلا ایک آدم خور جانور ہے۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں ہے۔ میں اسے اپنی طاقت سے ہلاک کر دوں گا۔ اور تمہیں ایک آفت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔ اس کے بعد اس جزیرے پر خوش حالی آئے گی۔ ہر طرف خوشیوں کے پھول کھلیں گے"۔

لوگوں پر عنبر کی تقریر کا بہت اثر ہوا۔ انہوں نے زور زور سے تالیاں بجا کر کہا کہ وہ سمندری بلا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ اسے ختم کر کے ہم پر احسان کرو۔ عنبر نے کہا۔

"میں اسی کام کے لیے یہاں رکا ہوا تھا۔ نہیں تو میں یہاں سے چلا گیا ہوتا اور یاد رکھو جب میں سمندری بلا سے مقابلہ کروں تو گھبرانا نہیں۔ اگر وہ سمندر سے باہر نکل آئی تو تم لوگ وہاں سے پرے پرے ہٹ جانا۔ بچوں اور عورتوں کو پیچھے کر دینا"۔

اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر عنبر کو سرخ کپڑے تھال میں پیش کیے۔ عنبر نے اس لڑکی کے سرخ کپڑے پہن لیے جسے آج قربانی کے لیے پیش کیا جا رہا تھا۔ یہ عنبر نے خاص طور پر کیا تھا تاکہ پہلی نظر میں سمندری بلا کو دھوکا دیا جا سکے۔ عنبر نے سرخ چولا پہن لیا اور چبوترے پر خاموشی سے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اب وہاں گہری خاموشی ہو گئی۔ سمندری بلا کے سمندر سے باہر نکلنے کا وقت ہو گیا تھا۔ چاند آسمان پر ایک طرف کو جھک گیا تھا۔ سمندر کی لہریں بڑے سکون سے آ کر کنارے سے ٹکرا رہی تھیں۔

ذرا پرے درختوں کے نیچے مشعلیں روشن تھیں۔ وہاں ایک اونچا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ جس پر ایک تخت رکھ دیا گیا تھا۔ اس تخت پر راجہ' رانی' ان کا بیٹا بوریلا اور شکنتلا بیٹھے تھے۔ شکنتلا کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ بے چاری پہلے ہی سے ڈرپوک تھی۔ دل ہی دل میں بھگوان سے اپنے پیارے بھائی کی زندگی کی دعا مانگ رہی تھی۔ راجہ اور رانی بھی دل میں کچھ پریشان تھے۔ رانی نے راجہ سے کہا۔

"دیوتا اس بہادر بچے کی حفاظت کریں۔ لیکن بلا بڑی خوفناک ہے۔ وہ ایک پہاڑ جتنی اونچی ہے۔ ایک نوجوان اس کا کس طرح مقابلہ کر سکے گا؟"

اس پر رانی کے بیٹے نے کہا۔

"ماتا جی' آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ عنبر بھائی کس بہادری اور دلیری سے سمندری بلا کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ سچ مچ ایک

دیوتا ہے۔ بہت طاقت والا دیوتا ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں نے اسے حیرت انگیز کام کرتے دیکھا ہے۔ وہ مر نہیں سکتا۔ وہ کامیاب ہوگا"۔

راجہ نے کہا۔

"دیوتا تمہاری زبان مبارک کریں"۔

سمندر کی طرف سے ایک لمبی سیٹی کی آواز سنائی دی۔

جزیرے میں کھڑے سارے لوگ ایک دم خاموش ہو گئے۔

عورتوں نے بچوں کو اپنے پیچھے کر لیا۔ مرد جھک کر غور سے سمندر کی طرف دیکھنے لگا۔ سمندری بلا کی سیاہ کالی لمبی سونڈ ایک ستون کی طرح سمندر میں سے بلند ہو رہی تھی۔ بلا آخر آ گئی تھی۔ جس لڑکی کو قربان کیا جانے والا تھا۔ وہ اپنے ماں باپ کے پیچھے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ راجہ' رانی' شکنتلا اور بوریلا بھی خاموش نگاہوں سے

سمندر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بلا نے اپنی سونڈ کو آگے کرنا شروع کر دیا۔ وہ سمندر کے اندر ہی اندر تیرتی ہوئی کنارے پر آ گئی تھی۔ سونڈ بڑھتے بڑھتے عنبر کے قریب چبوترے پر آ گئی۔ یہاں قربانی کے لیے پیش کی جانے والی لڑکی کو سونڈ پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ سونڈ نے چبوترے پر لہرانا شروع کر دیا۔ لیکن قربانی پیش نہیں کی جا رہی تھی۔ سمندری بلا پیچ و تاب کھانے لگی۔ اب وقت آ گیا تھا کہ حملہ کیا جائے۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے سلامبو کی لاش کو یاد کیا اور اپنے نیچے سے تلوار نکال کر اس زور سے سمندری بلا کی سونڈ پر ماری کہ وہ آدھی کٹ کر گر پڑی۔

ایک بھیانک چیخ فضا میں بلند ہوئی اور بلا سمندر میں کھڑی ہو گئی

وہ کون تھے؟

سمندری بلا ایک پہاڑ کی طرح سمندر میں کھڑی تھی۔

عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کر دیا۔ لوگ بھاگ بھاگ کر درختوں پر چڑھ گئے۔ راجہ، رانی، شکنتلا اور بوریلا بھی چبوترے پر سے اتر کر پیچھے چلے گئے۔ جزیرے پر ایک خوف اور دہشت چھا گئی۔ صرف عنبر اپنی جگہ پر دلیری سے ڈٹا ہوا تھا۔ عنبر کھڑا ہو گیا۔ سمندری بلا کی آدھی سونڈ کٹ چکی تھی۔ اور وہاں سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ سمندری بلا سمندر سے نکل کر باہر ریت پر آ گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا کہ عنبر کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دے اور پھر پاؤں سے کچل کر ہلاک کر دے۔

عنبر پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس نے سلامبو کی لاش کو آہستہ سے آواز دی۔ پھر وہاں جزیرے کے لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ درختوں کے اوپر سے ایک سرخ رنگ کا بادل لہراتا ہوا آیا اور اس نے سمندری بلا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ خدا جانے اس بادل میں کون سی آگ بھری تھی کہ سمندری بلا نے چیخنا شروع کر دیا۔ اس کے سارے جسم پر آگ لگ چکی تھی۔ وہ بڑی بری طرح اچھل کود رہی تھی۔ جس کی وجہ سے جزیرے پر بھونچال سا آ گیا تھا۔ اس نے غصے میں کئی ایک درخت اکھاڑ کر پھینک دیے۔ وہ جس درخت کو ہاتھ لگاتی اسے بھی آگ لگ جاتی۔ پھر آسمان پر بجلی چمکی اور سمندری بلا پر بجلی گری۔

بجلی کے گرتے ہی سمندری بلا زمین پر سے بہت اونچی اچھلی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے بدن کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے اور ہر ٹکڑے کو آگ لگی ہوئی تھی۔ سمندری بلا کے مرتے ہی

سارے لوگ درختوں جھاڑیوں سے نکل کر باہر آ گئے۔ وہ خوشی سے ناچ رہے تھے۔ تالیاں بجا رہے تھے۔ گا رہے تھے۔۔۔ لوگوں نے عنبر کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ راجہ، شکنتلا اور رانی نے سکھ کا سانس لیا۔ راجہ نے عنبر کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"بھگوان تجھے ہمیشہ خوش رکھے بیٹا، تم سچ مچ ایک دیوتا ہو۔ میں تمہیں سلام کرتا ہوں"۔

راجہ نے جھک کر عنبر کو سلام کیا۔ اسے دیکھ کر سارے لوگ عنبر کے آگے جھک گئے۔

عنبر نے ایک اونچی چٹان پر کھڑے ہو کر کہا۔

"سنو اے جزیرے کے لوگو، تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا کہ ظالم کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ جس بلا نے تم پر کئی سالوں سے ظلم کر رکھا تھا آج وہ اپنے انجام کو پہنچی۔ اے میرے خدا نے اپنی

طاقت سے ہلاک کر دیا۔ تم لوگ مجھے دیوتا سمجھتے ہو۔ میں نے بھی تمہیں یہی کہا تھا کہ میں دیوتا ہوں۔ صرف اس لیے کہ تمہیں سمندری بلا کے مرنے تک اپنے ساتھ رکھ سکوں اور تم کہیں راجہ کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اب سمندری بلا مر چکی ہے۔ تمہارا جزیرہ آفتوں سے بچ گیا ہے۔ تم آزاد اور خوشحالی میں زندگی بسر کرو گے۔ تمہارا راجہ ایک نیک دل راجہ ہے۔ ہمیشہ اس راجے کی وفاداری کرنا۔ تمہارے راجہ نے تمہارے لیے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔۔ اور یہ بھی سن لو! کہ میں دیوتا نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری طرح کا ایک عام انسان ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے کبھی اپنے لیے کسی انسان کو تکلیف نہیں دی۔ مجھے ایک خاص طاقت مل گئی ہے جو مجھے ہر جگہ مدد دیتی ہے اور مجھے مصیبت سے بچاتی ہے۔ میں ابھی مر نہیں سکتا۔ یہ بادل جو آگ لے کر آسمان پر آیا تھا اور جس میں سے بجلی گری تھی میری ایک بہن

نے بھیجا تھا۔۔۔ تمہاری مدد کے لیے۔ تمہیں ایک ظالم اور خونی بلا کے پنجے سے نجات دلانے کے لیے۔ اب تم بچ گئے ہو۔ تمہارے بچے اور تمہاری بچیاں آزادی اور سلامتی کے ساتھ اس جزیرے پر زندگی بسر کریں گی۔ اب کوئی بلا تمہارے جزیرے کی طرف بری نظر سے نہیں دیکھے گی۔ اگر اس بلا میں کوئی روحانی طاقت ہوتی تو وہ میرے ہاتھوں سے کبھی ہلاک نہ ہوتی۔ بلکہ وہ مجھے مار کر اس جزیرے کو بھی تباہ کر دیتی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ ایک سمندری جانور تھا اور میں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے"۔

لوگوں نے عنبر کو زندہ باد کے نعرے لگائے۔

دو روز تک جزیرے پر سمندری بلا سے نجات حاصل ہونے کا دن منایا جاتا رہا۔ ہر طرف رونق اور چہل پہل لگی رہی۔ لوگوں نے رقص

کیا گیت گائے۔ عورتوں نے بچوں کے گلوں میں پھولوں کے ہار
ڈالے۔ پھل تقسیم کیا گیا۔ مچھلی کے خاص خاص پکوان پکائے گئے۔
تیسرے روز عنبر نے شکنتلا سے کہا کہ وہ جزیرے سے روانہ ہونے
کے لیے تیار ہو جائے۔

شکنتلا بولی۔

"بھگوان کے لیے اب رکنا نہیں۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ یہاں
سے نکل چلتے ہیں۔ ابھی ہمیں اپنے ملک بھی پہنچنا ہے۔ اور سمندر کا
سفر ایک اکیلی کشتی میں کرنا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"راجہ نے بتایا تھا کہ یہاں سے ہندوستان کا ساحل بہت قریب
ہے۔ اگر ہم صبح کے وقت کشتی میں سوار ہو کر سفر شروع کریں تو
دوسرے روز صبح صبح ہندوستان پہنچ جائیں گے۔ یہ بھی ہماری خوش

قسمتی ہے کہ ہم اس جزیرے پر پہنچ گئے ہیں جو ہندوستان سے بہت
قریب تھا۔ اگر ہماری کشتی ہمیں یہاں سے ہزاروں میل دور لے
جاتی تو ہم کیا کر سکتے تھے۔"

شکنتلا بولی۔

"بھگوان کی مہربانی ہے یہ بھی۔ اب تم راجہ سے بات کرو اور کشتی
تیار کروانی شروع کر دو۔"

عنبر نے اسی روز راجہ سے بات کی اور کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اپنی نگرانی میں ایک کشتی تیار کرواؤں جس
میں بادبان بھی لگے ہوں اور یہ بڑی تیز رفتاری سے منزل کی طرف
چل سکتی ہو۔"

راجہ نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا بیٹے' میں تمہیں خوبصورت اور مضبوط کشتی تیار کروا

کردوں گا جو ہر طوفان کا مقابلہ بھی کر سکے گی اور تمہیں منزل پر جلدی سے جلدی پہنچائے گی۔ اس موسم میں طوفان بھی نہیں آتے۔ بھگوان نے چاہا تو تم بہت جلد ہندوستان کے ساحل پر پہنچ جاؤ گے"۔

راجہ نے اسی وقت ایک چھوٹی مگر بڑی مضبوط کشتی کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اس جزیرے کے لوگ کشتی بنانے میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے جنگل میں جا کر خاص قسم کے درخت کاٹے جن کی لکڑی سمندری میں بھی خراب نہیں ہوتی۔ کشتی کی تیاری شروع ہو گئی۔ عنبر روز جا کر کام کی نگرانی کرتا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد کشتی بالکل تیار ہو گئی۔ اسے سمندر کے کنارے ساحل پر پہنچا دیا گیا۔ اس میں سفر کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے ہر قسم کا سامان رکھ دیا گیا۔ پھل، خشک میوے سوکھی ہوئی مچھلی' پانی سے بھرے ہوئے لکڑی کے چھ ڈرم اور نیزے' تیر کمان اور خنجر۔۔۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو اپنی حفاظت کی

جا سکے۔

جزیرے سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا۔

جزیرے کے سارے کے سارے لوگ عنبر کو اپنے دوست اور احسان کرنے والے کو الوداع کہنے کے لیے سمندر کے کنارے آن کھڑے ہوئے۔ ہر کوئی عنبر کو اپنے سے جدا کرتے ہوئے اداس تھا۔ انہیں عنبر سے بڑا پیار ہو گیا تھا اور پھر عنبر نے ان کے لیے بڑا کام کیا تھا۔ انہیں ایک ایسی مصیبت سے نجات دلائی تھی جو ان کے بچوں کو ہڑپ کر رہی تھی۔

انہوں نے شکنتلا اور عنبر کے گلے میں پھولوں کے بے شمار ہار ڈالے۔ راجہ اور رانی نے دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ماتھے چومے اور دعائیں دیں۔ بوریلا نے آگے بڑھ کر عنبر کے قدموں کو ہاتھ لگایا اور کہا۔

"میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا"۔

راجہ نے کہا۔

"پیارے بیٹے! اگر زندگی میں کبھی تمہیں خیال آئے کہ زندگی شہر سے دور رہ کر کسی پرسکون جگہ پر بسر کرنی چاہیے تو سیدھے یہاں ہمارے پاس چلے آنا۔ ہمارے دل تمہارے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"میں بھی تم لوگوں کو نہ بھلا سکوں گا راجہ صاحب! میں بھی آپ کو یاد رکھوں گا۔ آپ کے ساتھ بڑے خوبصورت اور یادگار دن بسر ہوئے ہیں"۔

شکنتلا اور عنبر کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی کا لنگر اٹھا کر بادبان کھول دیے گئے۔ بادبانوں میں ہوا بھرتے ہی کشتی نے کھلے سمندر کی طرف

بڑھنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے نعرے لگائے۔ بچوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر خدا حافظ کہا۔ عنبر اور شکنتلا کشتی پر کھڑے ہاتھ ہلانے والوں کا جواب اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر اور مسکرا کر دے رہے تھے۔ جزیرہ پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ جزیرہ بہت دور رہ گیا۔ عنبر اور شکنتلا کشتی میں آ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے دیکھا دور جزیرے کی ایک سیاہ لکیر باقی رہ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد یہ لکیر بھی غائب ہو گئی۔

اب وہ کھلے سمندر میں تھے اور کشتی اپنے بادبان پھیلائے ہندوستان کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ شکنتلا کشتی میں سو گئی تھی اور اپنے ماں باپ، بچے اور گھر کے خواب دیکھ رہی تھی۔ عنبر لکڑی کے ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا اپنی بہن ماریا اور ناگ کو یاد کر رہا تھا۔ انہیں ایک عرصے سے ایک دوسرے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ نہ ماریا اور ناگ کو علم تھا کہ عنبر کس حال میں ہے اور نہ عنبر کو کچھ خبر تھی کہ ماریا اور

ناگ کیسے ہیں۔

سمندر کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ دھوپ خوب چمک رہی تھی۔ عنبر نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پر بادلوں کا دور دور تک نشان نہیں تھا۔ سمندر بڑے سکون کی حالت میں تھا۔ ہوا خوب چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے کشتی کی رفتار بھی خاصی تیز تھی۔ عنبر نے سوچا کہ اگر وہ اسی طرح سارا دن اور ساری رات سفر کرتے رہے تو اگلے روز صبح صبح وہ ہندوستان کے ساحل پر ہوں گے۔ وہ اس سے پہلے ہندوستان صرف ایک بار آیا تھا۔ اور وہ بھی تبت والے خشکی کے راستے سے۔

سمندر کی طرف سے وہ اس ملک میں کبھی داخل نہیں ہوا تھا۔ راجہ نے اسے ستاروں کا حساب بتا دیا تھا۔ وہ سورج کے حساب سے ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔

ستاروں نے رات کو چمک کر عنبر کو بتانا تھا کہ وہ کدھر کو جا رہا ہے۔

جب شام آئی تو عنبر اور شگفتا بڑی بے تابی سے رات کا انتظار کرنے لگے جس میں انہوں نے یہ معلوم کرنا تھا کہ کہیں وہ راستے سے بھٹک تو نہیں گئے؟ کیونکہ راجہ نے اسے کہہ دیا تھا کہ یہ بڑے خطرناک اور دنیا کے گہرے سمندر ہیں۔ اگر وہ راستہ ایک بار بھول گیا تو پھر ان کی کشتی شاید ساری زندگی سمندری لہروں پر بھٹکتی رہے گی۔ رات کو ستارے ایک ایک کر کے چمکنا شروع ہو گئے۔ عنبر نے بڑے غور سے ستاروں کے نشان دیکھے۔ وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔

''شگفتا! بہن' ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں''۔

شگفتا خوشی سے بولی۔

''سچ بھائی؟''

عنبر نے کہا۔

''ہاں' وہ دیکھو ستاروں کی ٹولی۔ یہ ہمیں تمہارے وطن کا راستہ

دکھاتی ہے۔ ساری رات ہمیں اسی ٹولی کی طرف سفر کرنا ہوگا۔ پھر ہم صبح اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے"۔

شکنتلا بڑی خوش تھی کہ ایک مدت بعد وہ اپنے خاوند' بچے اور ماں باپ سے ملے گی۔ اس کے لیے اس سے بڑی اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ اس کی ساری مصیبت کٹ گئی تھی۔ صرف ایک رات باقی رہ گئی تھی۔ ساری رات ان کی کشتی ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں پرسکون لہروں پر سفر کرتی رہی۔ جزیرے کے راجہ نے جو کہا تھا وہ سچ ہو رہا تھا۔ صبح کے وقت سمندر پر روشنی پھیلی تو انہیں دور کسی جزیرے کے ساحل کی سیاہ لکیر دکھائی دی۔ زمین کو قریب آتے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ عنبر نے کشتی کا رخ اور زیادہ ساحل کی طرف کر دیا۔ ہوا بڑی موافق چل رہی تھی۔ کشتی بڑی تیزی کیساتھ ساحل کی طرف بڑھنے لگی۔

شکنتلا نے کہا۔

"بھگوان کرے کہ یہ ہندوستان کا ہی ساحل ہو۔ کہیں کوئی اور آدم خور جزیرہ نہ نکل آئے"۔

عنبر بادبانوں کی رسیاں ٹھیک کر رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"شکنتلا بہن' تم تو خواہ مخواہ ڈرتی رہتی ہو۔ فکر نہ کرو۔ یہ کوئی آدم خور جزیرہ نہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ہندوستان کا ساحل ہی ہے"۔

کشتی پوری رفتار کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دوپہر کے وقت جب کہ سورج آسمان کے درمیان چمک رہا تھا اور ہر طرف دھوپ اور روشنی پھیلی ہوئی تھی ان کی کشتی ساحل کے قریب پہنچ گئی۔ اس ساحل پر ناریل اور تاڑ کے گھنے درخت جھکے ہوئے تھے جس طرح کہ عام طور پر جزیروں پر ہوا کرتے ہیں۔ شکنتلا نے کہا کہ ہو نہ ہو یہ

ضرور کوئی آدم خوروں کا جزیرہ ہے۔ عنبر کو بھی ابھی تک پورا یقین نہیں
تھا کہ یہ ہندوستان ہی کا ساحل ہے۔ وہ بڑے غور سے ساحل کی
طرف دیکھنے لگا۔ ساحل پر اسے کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
کشتی ساحل پر پہنچ گئی۔ عنبر نے بادبانوں کو لپیٹ دیا تھا۔ کشتی کو
ایک طرف چٹان کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کشتی میں کھانے پینے کا
اتنا سامان تھا کہ وہ اس جگہ اگر چاہتے تو ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے۔
ساحل کے ریت پر اتر کر وہ دھوپ میں لیٹ گئے۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر لیٹنے سے انہیں بڑی خوشی حاصل ہوئی۔
موسم گرم تھا۔ مگر ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی تھی جو سمندر کی جانب سے جزیرے
کی طرف چل رہی تھی۔

شگفتہ نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"عنبر بھائی ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس جزیرے پر کون لوگ

آباد ہیں اور یہ ہندوستان کا ساحل ہے یا نہیں؟"

عنبر کہنے لگا۔

"خیال تو تمہارا ٹھیک ہے۔ اچھا۔ تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں جزیرے
کے اندر جا کر معلوم کرتا ہوں"۔

شگفتہ بولی۔

"نہیں نہیں' میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ میں بھی تمہارے
ساتھ ہی چلوں گی"۔

عنبر نے کہا۔۔۔۔۔۔ "چلو پھر' آؤ میرے ساتھ"۔

عنبر نے شگفتہ کو ساتھ لیا اور جزیرے کے اندر داخل ہو گیا۔ اس
جزیرے پر انہوں نے آم کے بھی بے شمار درخت دیکھے۔ آم کے
ایک درخت کے پاس چند وحشی جنگلی لوگوں نے شگفتہ اور عنبر کو اپنے
گھیرے میں لے لیا۔۔۔

آگے کیا ہوا۔۔۔۔؟

کیا شکنتلا اور عنبر وحشی لوگوں کی قید سے آزاد ہو گئے؟

کیا شکنتلا ہندوستان میں اپنے شوہر اور بچے کے پاس پہنچ گئی؟

موت در موت۔ کیسے عنبر دشمنوں میں پھنستا گیا اور نکلتا گیا۔

یہ سب کچھ جاننے کیلئے۔۔ آپ بےچین ہوں گے۔

تو آئندہ ناول "اوپر موت نیچے موت" ۳۵ ویں قسط پڑھنا نہ بھولیں۔